98

سیریز

کوٹھی کا معمّا

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید

اشتیاق احمد

سیریز

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید

98

کوٹھی کا معمّا

اشتیاق احمد

ناشر : طاہر ایس ملک
تزئین : محمد سعید نامدار
سرورق : انداز

اس ناول کے تمام واقعات، مقامات اور کردار فرضی ہیں۔ کسی قسم کی شباہت یا مطابقت محض اتفاقی امر ہوگی جس کے لیے مصنف یا پبلشر ذمہ دار نہ ہوں گے۔

طاہر ایس ملک
نے (صفدر علی) لاالعبد الرشید پرنٹرز، لاہور
سے چھپوا کر
انداز پبلی کیشنز (مطبوعاتِ اشتیاق) لاہور
سے شائع کیا۔

قیمت : ۱۵/- روپے

مطبوعاتِ اشتیاق
۹/۱۲ نصیر آباد مسلم روڈ، ساندہ کلاں لاہور
فون : ۷۴۶۳۵۶ — ۷۱۱۲۹۶۹

انداز پبلی کیشنز
سیکنڈ فلور میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ
اردو بازار۔ لاہور۔

حدیث شریف

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جس میں امانت نہیں، اس میں ایمان نہیں اور جس کی طہارت نہیں، اس کی نماز کالعدم ہے اور جس کی نماز نہیں، اس کا دین بھی نہیں — دین میں نماز کا وہی مقام ہے، جو جسم کے اندر سر کا ہے۔

(المعجم الصغیر للطبرانی ۲ : ۳۱)

دو باتیں

کوٹھی کا معمّا پیش کر رہا ہوں۔ اسے حل کیجیے اور پھولے نہ سمایئے، جو حل نہ کر سکیں وہ جامے میں پھولا سمائیں — آخری صفحات میں ان کی بے چینی اور الجھن رفع ہو جائے گی — اب میں بھی کیا کروں، آپ لوگوں کا اصرار بھی یہی ہے کہ میں آخر دم تک کہانی کا پتا نہ چلنے دیا کروں، مجرم کا اندازہ نہ لگایا جا سکے — اس بار میں نے یہ دونوں ہی کوششیں کی ہیں، لیکن مجھے ڈر ہے کہ آپ کہیں سسپنس تلے دب کر نہ رہ جائیں اس صورت میں اس ماہ کے باقی ناولوں کا کیا بنے گا۔ بہتر یہی ہے کہ اپنے اوپر سسپنس کو سوار نہ ہونے دیں، بلکہ خود اس پر سوار ہو جائیں — اب کہیں یہ شکایت نہ کر بیٹھیے گا کہ یہ میں کیا آپ کو سواریاں کرانے لگا ہوں — چلیے سواریوں کا باب ختم اور کوٹھی کا معمّا کا باب شروع — اب چونکہ آپ حیرت کے سمندر میں غوطہ لگانے والے ہیں، اس لیے میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکوں گا — خدا حافظ!

کمرۂ واردات

فون کی گھنٹی نے انہیں چونکا دیا — محمود نے جلدی سے ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا:

"ہیلو، محمود بول رہا ہوں — آپ کون صاحب ہیں؟"

"یہ انسپکٹر جمشید صاحب کا ہی گھر ہے نا؟" دوسری طرف سے کسی نوعمر لڑکے کی آواز سنائی دی۔

"جی ہاں، میں ان کا لڑکا بول رہا ہوں۔ فرمایئے کیا بات ہے؟"

"ہمارے گھر میں ایک فون ہو گیا ہے۔" لڑکا گھبرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کیا کہا، فون ہو گیا ہے؟" محمود حیرت زدہ لہجے میں بولا۔

"اوہ، معاف کیجیے گا۔ فون نہیں، خون — یعنی کہ قتل۔"

"ارے باپ رے — آپ کہاں سے بول رہے ہیں۔ آپ کا نام کیا ہے اور آپ نے پولیس کو فون کرنے کی بجائے ہمیں کیوں فون کیا ہے۔" محمود جلدی جلدی کہہ گیا۔

"میرا نام محمود ہے۔ ۱۱۳ گلشن روڈ پر رہتا ہوں۔ پولیس کو اس لیے فون نہیں کیا کہ ہم صرف اور صرف آپ لوگوں سے اس معاملے کی تفتیش کرانا چاہتے ہیں۔" لڑکے کی آواز کچھ عجیب سی ہو گئی۔

"کیا مطلب؟" محمود چونکا۔

"اور یہ بھی سن لیں کہ آپ لوگوں سے میری مراد صرف آپ تینوں ہیں، گویا آپ میں آپ کے والد بھی شامل نہیں ہونے چاہییں۔"

"کیا آپ مذاق کے موڈ میں ہیں؟" محمود کا منہ بن گیا۔

"میں عمر میں شاید آپ سے کچھ چھوٹا ہی ہوں گا، لہذا مذاق کیسے کر سکتا ہوں۔"

"تب پھر آپ یہ کیوں چاہتے ہیں کہ آپ کے گھر میں ہونے والی واردات کا سراغ صرف ہم تینوں لگائیں۔ ہمارے والد صاحب یا پولیس دخل نہ دے، بھلا یہ کس طرح ممکن ہے۔ معاملہ قتل کا ہے۔ پولیس کو فون تو کرنا ہی ہو گا۔"

"جی نہیں، یہ کام پولیس کی مدد کے بغیر کیا جائے گا۔ اگر آپ یہ کام نہیں کر سکتے تو ہم ان تینوں کو بلا لیں گے۔" لڑکے نے پراسرار انداز میں کہا۔

"کن تینوں کو بلا لیں گے۔" محمود نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"آفتاب، آصف اور فرحت کو۔"

"اوہ، لیکن وہ یہاں کہاں؟"

"ہم انہیں ملک کے مشرقی حصے سے بلا لیں گے۔ جب ہم انہیں یہ بتائیں گے کہ آپ تینوں اس معاملے کو حل کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے تو وہ بھاگ کر آئیں گے۔ ان کے آنے جانے کے اور دوسرے اخراجات ہم ادا کریں گے۔"

"گویا آپ ہمیں دھمکی دے رہے ہیں۔ خیر ہم ابھی آ رہے ہیں۔ پہلے دیکھ تو لیں، کون قتل ہوا ہے اور آپ ایسا کیوں چاہتے ہیں۔" محمود نے تنگ آ کر کہا، پھر ریسیور رکھتے ہوئے فاروق اور فرزانہ کو تفصیل سنا دی۔

"وہ ضرور مذاق کر رہا ہو گا۔ اس نے اپنا نام بھی تو محمود بتایا ہے۔" فرزانہ بولی۔

"میں بھی یہی سمجھتا ہوں، لیکن چل کر دیکھ لینے میں کیا حرج ہے۔ ابھی ابا جان کے آنے میں کافی دیر ہے۔" فاروق نے کہا۔

"ٹھیک ہے، تو پھر چلو۔"

وہ اٹھے ہی تھے کہ بیگم جمشید باورچی خانے سے نکلتی نظر آئیں۔

"تم کہاں اٹھ کھڑے ہوئے؟"

"ایک کیس پیش آ گیا ہے۔ ذرا اس کی خبر لینے جا رہے ہیں۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"کیس پیش آ گیا ہے؟" بیگم جمشید حیرت زدہ لہجے میں بولیں۔

"جی ہاں، یہی بات ہے۔ امید ہے، آپ اجازت دے دیں گی۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ ابا جان کے آنے سے پہلے واپس آ جائیں گے اور اگر کسی وجہ سے نہ آئے تو فون کر دیں گے۔"

"اچھی بات ہے، لیکن جہاں جا رہے ہو، وہاں کا پتا لکھ کر دے دو۔"

"جی ہاں ضرور — کیوں نہیں۔" محمود نے فوراً کہا اور ایک کاغذ کے پرزے پر ۱۱۳ گلشن روڈ لکھ کر انہیں دے دیا، پھر باہر نکل کر موٹر سائیکلوں پر بیٹھ گئے۔

"تم دیکھ لینا، یہ ضرور کسی کا مذاق ہے۔" فرزانہ بولی۔

"دیکھنے ہی تو جا رہے ہیں، پھر فکر کیسی۔" محمود نے منہ بنایا

"کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم بیٹھے بٹھائے کوئی مصیبت مول لینے والے ہوں۔" فاروق بڑبڑایا۔

"چلو پھر کیا ہے — روز روز تھوڑا ہی مول لیتے ہیں۔" محمود بولا۔

"تم پر تو بس ہر وقت کام کی دھن سوار رہتی ہے۔"

"اب اور کس چیز کی دھن سوار رہا کرے۔" محمود نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"اپنے اوپر کوئی دھن سوار کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کیا تم بغیر دھن کے زندہ نہیں رہ سکتے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"زندہ تو ضرور رہوں گا، لیکن بغیر کسی دھن کے زندگی بالکل بے مزہ ہو کر رہ جائے گی۔"

"بالکل غلط، مجھے اور فرزانہ کو دیکھو، ہم تو بے مزہ زندگی نہیں گزار رہے، کیوں فرزانہ۔" فاروق نے شوخ آواز میں کہا۔

"بھئی اپنا جواب اپنے تک ہی رکھو، اس میں مجھے نہ گھسیٹو۔" فرزانہ مسکرائی۔

"یہ سراسر الزام ہے۔ میں اور تمہیں گھسیٹوں گا — لاحول ولا قوۃ۔" فاروق بھنا کر بولا۔

"کیوں، کیا کسی کو گھسیٹنے کے لیے بھی خاص معیار کی ضرورت ہے۔" محمود کے لہجے میں حیرت در آئی۔

"باوقار لوگ ہر چیز......"

فاروق کے الفاظ درمیان میں رہ گئے — ایک نوعمر لڑکا انہیں رکنے کے لیے زور زور سے ہاتھ ہلا رہا تھا۔ انہوں نے موٹر سائیکلیں ایک طرف کرتے ہوئے بریک لگائے۔ لڑکا دوڑ کر ان کے پاس آیا۔

"اگر میں آپ کو اشارا نہ دیتا تو آپ آگے نکل گئے تھے۔" اس نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"سوال یہ ہے، آپ ہیں کون؟" محمود نے بھنا کر کہا۔

"مجھے محمود کہتے ہیں۔"

"تو وہ فون آپ نے کیا تھا؟" محمود بولا۔

"اس میں کوئی شک نہیں۔ یہ رہا سامنے ۳۱۱۔" اس نے ہاتھ کے اشارے کے ساتھ کہا۔

"بہت بہت شکریہ۔" محمود بولا اور پھر اسی طرف مڑ گئے۔

۳۱۱ نمبر کی عمارت ایک جدید طرز کی کوٹھی تھی۔ وہ موٹر سائیکل اس کے اندر لیتے ہوئے چلے گئے۔ محمود نامی لڑکا ان کے ساتھ ساتھ تھا۔ موٹر سائیکلیں ایک طرف کھڑی کرنے کے بعد وہ اس کے پیچھے اندر داخل ہو گئے۔

"بظاہر تو یہاں کسی واردات کے آثار نظر نہیں آتے۔" فرزانہ نے بے چین ہو کر کہا۔

"بظاہر کو چھوڑیے اور اندرونی طور پر دیکھیے۔" لڑکا بولا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔ پہلے ہمیں کمرۂ واردات میں لے چلیے۔"

"آئیے، میں آپ کو کمرۂ واردات میں لے جا رہا ہوں۔"

تینوں الجھن کے عالم میں اس کے پیچھے چل پڑے۔ انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے انہیں شرارت کے کسی جال میں پھانسا جا رہا ہے۔

وہ ایک برآمدے میں مڑے ہی تھے کہ ایک دوسرا لڑکا سامنے سے آتا نظر آیا۔ وہ پہلے کی نسبت چھوٹا تھا۔

"اوہو، یہ لوگ آ گئے۔"

"ہاں۔" محمود نامی لڑکے نے کہا، پھر ان کی طرف مڑتے ہوئے بولا:

"ان سے ملیے، یہ میرا چھوٹا بھائی فاروق ہے۔"

"کیا مطلب؟" تینوں ایک ساتھ حیرت زدہ انداز میں بول پڑے۔

"آپ — آپ کس چیز کا مطلب پوچھ رہے ہیں۔" بڑا لڑکا حیران ہو کر بولا۔

"آپ کا نام محمود ہے اور آپ کے چھوٹے بھائی کا نام فاروق — کیا آپ لوگ ہمیں مذاق کا نشانہ بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"ارے، توبہ کیجیے توبہ۔" دونوں نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"تو کیا آپ دونوں کے واقعی یہی نام ہیں؟" فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی بالکل، اور میں حیران ہوں کہ اس میں حیران ہونے کی کیا بات ہے۔" لڑکے نے جلدی جلدی کہا۔

"ہاں واقعی، اس میں حیران ہونے والی تو کوئی بات نہیں۔ خیر اب نہیں ہوں گے ہم حیران — آپ آگے چلیے، آخر یہ آپ کا کمرۂ واردات کب آئے گا؟"

"جی بس، آیا ہی سمجھیے۔" اس نے کہا اور اب دونوں ان کے آگے چلنے لگے۔ جلد ہی وہ ایک اور موڑ مڑے۔ انہوں نے ایک لڑکی کو آتے دیکھا۔

"یہ لیجیے، ہماری بہن بھی آگئی۔" بڑا لڑکا چہک کر بولا۔

"تت۔ تو۔ تو کیا ان کا نام فرزانہ ہے۔" فرزانہ نے بوکھلا کر کہا۔

"ارے، آپ تو واقعی جاسوسہ ہیں۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ آپ یہ اندازہ لگالیں گی۔"

"تو ان کا نام واقعی فرزانہ ہے؟" محمود کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"جی ہاں، اس میں کوئی شک نہیں۔"

"اوہ۔" تینوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔ آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔

○

چند سیکنڈ تک وہ تینوں ان تینوں کو گھورتے رہے۔ آخر بڑے لڑکے نے تنگ آکر کہا:

"آخر اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ کیا آپ کے ہم نام کوئی اور ہو ہی نہیں سکتے؟"

"یہ بات نہیں، عجیب بات تو یہ ہے کہ ناموں کی ترتیب عمر کے لحاظ سے وہی ہے جو ہمارے ناموں کی۔ مہربانی فرما کر، آپ مذاق کر رہے ہیں تو فوراً بتا دیں۔"

"افسوس، یہ مذاق نہیں ہے۔ ہم تینوں آپ کے ہم نام ہی ہیں۔ آپ تینوں سے اچھی طرح واقف بھی ہیں اور آپ کو جو ہم نے یہ کیس حل کرانے کے لیے بلایا ہے تو اسی وجہ سے بلایا ہے۔" بڑے لڑکے نے جلدی جلدی کہا۔

"اور پولیس کو کیوں نہیں بلایا؟"

"پولیس کو بلانے کا کام ہم آپ پر چھوڑتے ہیں۔ اگر ضرورت محسوس کریں تو ضرور بلا بھیجیے گا۔" دوسرا لڑکا بولا۔

"اچھی بات ہے، تو پھر چلیے۔"

وہ کچھ اور آگے بڑھے اور ایک کمرے کے دروازے پر پہنچے۔ اس دروازے پر تالا لگا ہوا تھا۔ بڑے لڑکے نے تالا کھولا اور اندر داخل ہوتے ہوئے بولا:

"یہ ہے کمرۂ واردات۔ ملاحظہ فرمایئے۔"

وہ اس کے پیچھے اندر داخل ہوئے اور یہ دیکھ کر ٹھٹک گئے کہ اندر کوئی لاش نہیں تھی۔

"یہ کیا مذاق ہے، یہاں تو کوئی لاش نہیں ہے؟"

"ذرا غور سے جائزہ لیجیے جناب۔ ہم نے تو پڑھ رکھا ہے کہ جاسوسوں کی نظریں بہت تیز ہوتی ہیں۔ وہ اڑتی چڑیا کے پر گن لیتے ہیں۔" لڑکی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

تینوں نے حیران ہو کر چاروں طرف دیکھا، مگر کوئی لاش نظر
آئی۔ آخر محمود نے جھنجلا کر کہا:

"آپ لوگوں کے والدین کہاں ہیں؟"

"افسوس، اس وقت گھر میں ہمارے علاوہ اور کوئی نہیں۔
ابا جان اور امی جان ایک شادی میں شرکت کے لیے گئے ہیں
لیکن کسی وقت بھی آنے والے ہیں۔"

"آپ کو ہم سے یہ مذاق کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" فا
نے جھنجلا کر کہا۔

"افسوس، آپ غلط سمجھے۔ ہم نے آپ سے مذاق ہ
نہیں کیا۔"

"اگر مذاق نہیں کیا تو وہ لاش کہاں ہے۔ کون قتل ہ
ہے اس گھر میں؟" فاروق جھنجلا اٹھا۔

"کمرے کا غور سے معائنہ کیجیے۔ لاش آپ کو مل جائے گ
نہ مل سکی تو ہم اس کی نشان دہی کر دیں گے۔" لڑکی نے جلدی
کہا۔

وہ بالکل فرزانہ کے انداز میں باتیں کر رہی تھی۔ یہ بات فرز
نے صاف طور پر محسوس کی۔ اس نے اسے تیز نظروں سے گھو
پھر بولی:

"اگر تم نے مذاق کیا ہے تو یہ مذاق تمہیں بہت مہنگا پڑے

گا اور اگر مذاق نہیں کیا تو یہ بتانا ہو گا کہ لاش کہاں ہے۔"

"ٹھیک ہے، پہلے آپ اپنی کوشش تو کر دیکھیے۔"

محمود، فاروق اور فرزانہ اب کافی حد تک جھنجلا چکے تھے۔
انہوں نے جلدی جلدی کمرے کا جائزہ لیا، لیکن پھر بھی لاش کہیں
دکھائی نہ دی۔ اب وہ غسل خانے کی طرف بڑھے۔ اس کا دروازہ
باہر سے بند تھا۔ اسے کھولا اور اندر داخل ہو گئے۔ غسل خانے
میں بھی کوئی لاش نہیں ملی۔ وہ جھنجلا کر واپس پلٹے اور خونخوار
نظروں سے انہیں گھورنے لگے۔ ان کے اس انداز نے انہیں
گڑبڑا دیا اور وہ سہم سے گئے۔

"میں پوچھتا ہوں، وہ لاش کہاں ہے؟" محمود گرجا۔

"افسوس، آپ کی نظریں تیز نہیں ہیں، ورنہ لاش تو پہلی
نظر میں نظر آ جانی چاہیے تھی۔" چھوٹا لڑکا بولا۔

"نظر میں نظر۔" فاروق کے منہ سے نکلا۔

"ہم سمجھ گئے، آپ تینوں نے ہم سے مذاق کیا ہے۔ خیر، اب
آپ ہمارا مذاق دیکھیے گا۔" یہ کہہ کر محمود تملائے ہوئے انداز میں
پلٹا اور پھر اس کی آنکھوں میں حیرت کی جھلک نظر آئی۔ اس
نے اپنا چہرہ فوراً اس طرف کر لیا، جس طرف ایک سیکنڈ پہلے
تھا۔

دوسرے ہی لمحے اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس کے منہ سے نکلا۔

"اوہو، یہ — یہ کیا؟"

بچپن کا دوست

"کیا نظر آ گیا تمہیں۔" فرزانہ بھی فوراً پلٹی اور اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا — فاروق بھی نہ رہ سکا۔ اب تو وہ دونوں بھی حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ آتش دان پر ایک درمیانے سائز کی گڑیا رکھی تھی۔ اس کے پیٹ میں ایک ننھا سا چاقو دستے تک دھنسا ہوا تھا۔ خون جیسی کوئی چیز گڑیا کے پیٹ سے نکل کر آتش دان پر پھیل گئی تھی۔ اس کے ایک دو قطرے قالین پر بھی گرے تھے، لیکن چونکہ اس جگہ سے قالین سرخ رنگ کا تھا، اس لیے انہیں پہلے وہ قطرے نظر نہیں آ سکے تھے — چند سیکنڈ تک تینوں گڑیا کو دیکھتے رہے، پھر محمود نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا:

"یہ — یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں؟"

"یہی دکھانے کے لیے تو ہم نے آپ لوگوں کو فون کیا تھا۔ کسی نے ہماری گڑیا کو قتل کر دیا ہے — آپ کو اس کے قاتل کو پکڑنا ہے۔" بڑے لڑکے نے کہا۔

"مسٹر محمود، اب اس میں کوئی شک نہیں رہا کہ آپ تینوں نے ہم سے مذاق کیا ہے، لیکن آج یکم اپریل تو نہیں ہے۔" محمود نے بُرا سا منہ بنایا۔

"افسوس، آپ غلط سمجھے، ہم نے آپ سے مذاق ہرگز نہیں کیا" فاروق نامی لڑکا بولا۔

"اور کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ تینوں کے نام محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں۔" فاروق چہک کر بولا۔

"بالکل، اگر آپ چاہیں تو ہمارے سکول کے کارڈ دیکھ سکتے ہیں"

"ہاں، ہم ضرور دیکھیں گے، لیکن پہلے یہ بتائیے۔ آپ کے والد کا کیا نام ہے۔ وہ کیا کام کرتے ہیں۔ اس وقت کہاں ہیں۔ ہم یہ شرارت ان کے علم میں لائے بغیر نہیں رہ سکتے، تاکہ آپ کو دوسروں کا وقت ضائع کرنے کی قیمت ادا کرنا پڑے۔"

"تو آپ اب تک اسے مذاق سمجھتے رہے ہیں۔" فرزانہ نامی لڑکی نے غمگین آواز میں کہا۔

"اور ہم سمجھ بھی کیا سکتے ہیں۔"

"ہوں، خیر۔ آپ لوگ تشریف رکھیے۔ ہم ابھی پوری بات بتا دیتے ہیں۔" بڑا لڑکا بولا۔

"ٹھیک ہے مسٹر محمود، یہی آپ کے لیے بہتر ہوگا کہ آپ پوری بات بتا دیں، ورنہ ہم آپ کے ابا جان کو پوری بات بتانے پر مجبور

ہو جائیں گے اور اس صورت میں آپ لوگ تکلیف اٹھائیں گے۔" فاروق نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"ہمارے ابا جان اور امی جان ایک شادی میں شرکت کرنے کے لیے گئے ہوئے ہیں۔ وہ صبح سویرے گئے تھے۔ آج چونکہ چھٹی کا دن تھا، اس لیے ہم بھی صبح سے گھر میں ہی ہیں۔ یہ گڑیا ہمیشہ اسی آتش دان پر رکھی رہتی ہے، یہ کمرہ ابا جان کا ہے۔ آج سے پہلے ہم نے اس گڑیا کو صرف سجاوٹ کی ایک چیز سمجھا اور کبھی کوئی اہمیت نہیں دی، لیکن آج ایک گھنٹا پہلے جب اتفاق سے میں ابا جان کے کمرے میں آیا تو میں نے دیکھا، گڑیا کے پیٹ میں ایک چاقو دھنسا ہوا ہے اور اس کے پیٹ سے خون بھی نکلا ہوا ہے۔ یہ پلاسٹک کی ایک گڑیا ہے۔ اوپر کپڑے پہنائے گئے ہیں۔ بھلا پلاسٹک کی گڑیا سے خون کس طرح نکل آیا اور اس سے بھی بڑا سوال یہ کہ کسی کو کیا ضرورت تھی کہ اس گڑیا کے جسم میں چاقو اتارتا۔ آخر اس نے ایسا کیوں کیا، وہ کون تھا؟" وہ کہتا چلا گیا۔

"کیا آپ سو فی صد سنجیدہ ہیں۔"

"جی بالکل، اس میں ایک فی صد بھی جھوٹ نہیں ہے۔ ہم آپ سے مذاق ہرگز نہیں کر رہے۔" چھوٹا لڑکا بولا۔

محمود، فاروق اور فرزانہ دنگ رہ گئے۔ پھر محمود نے جلدی سے پوچھا:

"کیا آج کوئی شخص آپ لوگوں سے یا آپ کے والدین سے ملاقات کے لیے بھی آیا؟"

"ایک کیا، کئی آئے تھے۔" محمود نامی لڑکے نے کہا۔

"ان کے نام اور پتے بتا سکتے ہیں آپ؟"

"ہاں، کیوں نہیں۔ آپ لکھیں گے یا ہم لکھ کر دیں؟"

"میں لکھے لیتا ہوں، آپ لکھوائیں۔" محمود نے جیب سے نوٹ بک اور پن نکال کر کہا۔

"سب سے پہلے عرفان راؤ آئے تھے — ابا جان کے گہرے دوست ہیں۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ ابا جان شادی میں شرکت کے لیے گئے ہوئے ہیں تو چند منٹ بیٹھ کر ہی چلے گئے — ان کے بعد دوپہر کے وقت راجہ سلطان آئے۔ یہ ابا جان کے مینیجر ہیں، ان کی فرم کے۔ آپ کو یہ بھی بتا دیں کہ ہمارے ابا جان کی چمڑا رنگنے کی فرم ہے۔ اس میں بہت سے ملازم کام کرتے ہیں۔ راجہ سلطان کو تو خیر معلوم ہی تھا کہ ابا جان نہیں ہیں، لیکن انہیں ایک فائل کے لیے آنا پڑا۔ ابا جان نے کسی ضرورت کے تحت فائل گھر منگوائی تھی۔ اس فائل کی ضرورت اب فرم میں تھی — اسی لیے انہیں آنا پڑا — الماری کی چابیاں وہ ہمیں دے گئے تھے۔ ہم نے ان کے لیے الماری کھول دی اور وہ فائل نکال کر چلے گئے۔"

"وہ الماری اسی کمرے میں ہے؟" فرزانہ نے جلدی سے پوچھا۔

"جی ہاں، یہ سامنے رہی۔ اس وقت ہماری نظر گڑیا پر نہیں پڑی تھی، معلوم نہیں چاقو اس وقت اس کے پیٹ میں تھا یا نہیں۔"

"اچھا، اسے تو ہم بعد میں دیکھیں گے، اور کون آیا تھا؟"

"شام کے وقت یعنی اب سے تھوڑی دیر پہلے غفور بھولا آیا تھا۔ یہ شخص کسی زمانے میں ہمارے گھر میں ملازم تھا، لیکن پھر ابا جان نے اسے ملازمت سے نکال دیا۔"

"کیوں نکال دیا؟" فاروق نے پوچھا۔

"وجہ معلوم نہیں ہو سکی — ابا جان نے کبھی نہیں بتایا — اگرچہ ہم نے کئی بار پوچھا۔"

"اور وہ کیوں آیا تھا؟ جب کہ اسے ملازمت سے نکالا جا چکا ہے۔"

"اس نے کہا تھا کہ اس کی ایک دو چیزیں یہاں رہ گئی ہیں، وہ لینے کے لیے آیا ہے، لیکن ہم نے اسے یہاں سے کوئی چیز لے جانے نہیں دی۔ یہ کہہ دیا کہ ابا جان کی موجودگی میں آ کر لے جائے۔"

"اسے ملازمت سے کب نکالا گیا؟"

"آٹھ دس روز ہو چکے ہیں — اس دن کے بعد وہ آج ہی آیا تھا۔"

"بس یا کوئی اور بھی؟"

"جی بس، یہی تین آدمی آئے تھے اور کوئی نہیں آیا۔ ہاں مالی بھی

آیا تھا، لیکن اس کا کیا ہے، وہ تو بعد دوپہر ہر روز ہی آتا ہے اور ایک ڈیڑھ گھنٹے میں کام ختم کر کے چلا جاتا ہے۔"

"ان میں سے اس کمرے میں کون کون آیا؟"

"کچھ کہہ نہیں سکتے، ہم دراصل اپنے کمرے میں کیرم کھیل رہے تھے۔ جو بھی آتا رہا، ہم اسے اسی کمرے میں لے جاتے رہے اور وہ وہاں سے رخصت ہوتا رہا۔ لیکن چونکہ ان کی رخصت کے وقت ہم کمرے میں سے نہیں نکلے — اس لیے ان میں سے ہر کوئی اس کمرے میں داخل ہو سکتا تھا کیونکہ یہ کمرہ باہر جاتے وقت راستے میں پڑتا ہے۔ ہمارا کمرہ اسی برآمدے کے آخری حصے میں ہے۔"

"ہوں، آپ لوگوں کے خیال میں یہ کس کا کام ہو سکتا ہے؟" محمود نے پوچھا۔

"ہم بھلا کیا کہہ سکتے ہیں — سب سے اہم سوال تو یہ ذہن میں چبھ رہا ہے کہ کسی کو ایسا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟"

"ہاں — واقعی — خیر، آپ ان چاروں کے پتے بھی لکھوا دیں۔"

اس نے پتے ایک ڈائری میں سے دیکھ کر لکھوا دیے۔

"اب اس گڑیا کے بارے میں بتائیں۔" محمود نے نوٹ بک جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

"اس کے بارے میں کیا بتائیں۔"

"یہ کہ یہ گڑیا کہاں سے آئی تھی، کون لایا تھا، کب اس گھر

میں آئی — یا اور بھی کوئی بات۔"

"بالکل بھی کوئی بات نہیں — یہ گڑیا اباجان بازار سے چند ماہ پہلے لائے تھے اور انہوں نے اسے یہاں بٹھا دیا تھا اور بس — اس کے علاوہ اور کوئی خاص بات اس کے متعلق نہیں، یوں بھی یہ بالکل عام سی گڑیا ہے، بازار میں اس قسم کی گڑیاں عام مل جاتی ہیں۔"

"ہاں ٹھیک ہے، لیکن مشکل یہ ہے کہ اب یہ گڑیا عام سی گڑیا نہیں رہ گئی، مقتول گڑیا بن گئی ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"جی ہاں، اسی لیے تو ہم نے آپ لوگوں کو بلایا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ پولیس کو نہیں بلایا۔" لڑکی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ میں سے ہی کسی نے گڑیا کے ساتھ یہ سلوک کیا ہو اور ہمارا امتحان لینے کے لیے ہمیں بلا لیا ہو۔" فاروق نے تینوں کو گھورا۔

"پتا نہیں، کیا بات ہے یا کیا بات ہو سکتی ہے۔ ہم نے تو آپ لوگوں کا بہت نام سُن رکھا تھا، اسی لیے آپ کو بلا لیا، ورنہ ہم یہ معاملہ اباجان کے سامنے بھی رکھ سکتے تھے۔" بڑا لڑکا بولا۔

"ایک بات اور....." محمود ہاتھ اٹھا کر بولا، جیسے اچانک کوئی خیال آ گیا ہو — "اس چاقو کو پہچانتے ہیں آپ، کیا یہ آپ کے گھر کا چاقو ہے۔"

"نہیں، یہ ہمارا چاقو ہرگز نہیں ہے۔" چھوٹا لڑکا بولا۔

"اور یہ بھی سچ ہے کہ آپ تینوں کے نام محمود، فاروق اور فر
ہیں۔" فرزانہ نے بھنّا کر پوچھا۔

"اس میں کوئی شک نہیں، میں کہہ چکا ہوں کہ ہمارے سکول
کارڈ دیکھ لیں۔"

"شکریہ اس کی ضرورت نہیں، فون کہاں ہے؟"

"کیوں، آپ کسی کو فون کریں گے؟" لڑکا چونکا۔

"ہاں، فون تو کرنا ہوگا — ہم اس معاملے کی باقاعدہ تفتیش کر
گے اور باقاعدہ تفتیش کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ باقاعدہ
ہے۔" فاروق نے جل کر کہا۔

وہ انہیں فون کے پاس لے آئے — محمود نے دفتر کے نمبر ڈ
کیے۔ فوراً ہی اکرام کی آواز سنائی دی:

"ہیلو انکل، میں محمود بول رہا ہوں۔"

"السلام علیکم جناب، کیا فون....." اکرام کہہ رہا تھا کہ محمود نے
اس کی بات کاٹ دی۔

"نہیں، انکل اکرام — فون کا ریسیور ابا جان کو دینے کی ضرو
نہیں — ۱۳۱ گلشن روڈ پر فنگر پرنٹ سیکشن کے دو ایک آدمی بھیج د

"خیر تو ہے، کیا ضرورت پڑ گئی؟"

"بس آپ بھیج دیں، اور ہاں ایک لیبارٹری اسسٹنٹ کی
ضرورت ہے۔"

"اچھی بات ہے، بھیج رہا ہوں۔" یہ کہہ کر دوسری طرف سے ریسیور
رکھ دیا گیا۔

عین اسی وقت انہوں نے کار کے ہارن کی آواز سُنی — دوسرے
محمود، فاروق اور فرزانہ بالکل ان کے انداز میں چونکے اور پھر چھوٹے لڑکے
نے کہا:

"محمود، ذرا دیکھنا، ہارن بجانے کا یہ انداز تو ابا جان کا معلوم
ہوتا ہے۔"

"میرے علاوہ اور کون دیکھے گا۔" محمود نے پاؤں پٹخنے اور
دروازے کی طرف چلا گیا — ان کی حیرت میں اضافہ ہو گیا۔ یہ تینوں
تو بالکل ان کی نقل کر رہے تھے — پانچوں کمرے سے نکل کر بیرونی
دروازے کی طرف چل پڑے۔

"کیا آپ لوگ ہمارے ساتھ کوئی ڈراما کھیل رہے ہیں؟" فاروق
نے منہ بنایا۔

"ارے توبہ توبہ۔" انہوں نے ایک ساتھ کہا — یہ بھی گویا ان
کی نقل تھی۔

"تو کیا آپ ہمارے بارے میں باقاعدگی سے اخبارات میں پڑھتے
رہتے ہیں؟" فرزانہ نے پوچھا۔

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں۔" لڑکی بولی۔

اسی وقت بیرونی دروازہ کھلا اور انہوں نے بڑے لڑکے کے

ساتھ ایک عورت اور دو مردوں کو آتے دیکھا۔

(۵)

"ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے تم نے محمود، فاروق اور فرزانہ میں سے کسی کا فون سُنا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے اکرام کی طرف دیکھا۔

"آپ کا خیال بالکل درست ہے۔ محمود کا فون تھا— شاید وہ تینوں اس وقت ۱۱۳ گلشن روڈ پر موجود ہیں— فنگر پرنٹ سیکشن کے ایک دو آدمی اور ایک لیبارٹری اسسٹنٹ کے لیے فون کیا تھا۔"

"۱۱۳ گلشن روڈ— وہ وہاں کس طرح پہنچ گئے— کیا وہاں کوئی واردات ہو گئی ہے۔ ٹھہرو، میں دیکھتا ہوں۔" یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید نے فون کا ریسیور اٹھایا اور گھر کے نمبر ملانے لگے— ان کی پیشانی پر پڑنے والی شکنوں نے اکرام کو حیرت میں مبتلا کر دیا۔

"تو کیا میں ابھی رک جاؤں۔"

"ہاں، میں پہلے گھر فون کر لوں۔" اسی وقت سلسلہ مل گیا اور بیگم جمشید کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو بیگم، محمود، فاروق اور فرزانہ کہاں ہیں؟"

"۱۱۳ گلشن روڈ گئے ہیں۔ وہاں کوئی واردات ہو گئی ہے۔"

"واردات کی تفصیل؟" انہوں نے پوچھا۔

"نہ میں نے پوچھی، نہ انہوں نے کچھ بتایا۔" بیگم جمشید مسکرائیں۔

"لاحول ولا قوۃ۔" انہوں نے جھنجلا کر کہا اور ریسیور رکھ دیا، پھر اکرام سے بولے:

"ایکسچینج والوں سے معلوم کرو، ۱۱۳ گلشن روڈ پر کون رہتا ہے اور فون نمبر کیا ہے، کہیں میں بھول تو نہیں رہا۔"

"جی بہتر۔" اس نے کہا اور فون کا ریسیور اٹھا لیا، پھر جلد ہی اس نے کہا:

"احساس جمیل رہتے ہیں۔ فون نمبر ۵۴۹۹۰ ہے۔"

"ہوں، محمد حسین آزاد حوالدار کو فوراً ادھر بھیج دو۔ وہ یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے گا کہ ۱۱۳ گلشن روڈ پر کیا واردات ہوئی ہے۔ میں حیران ہوں، محمود، فاروق اور فرزانہ نے یہ بتانا کیوں پسند نہیں کیا۔"

"جی بہتر۔" یہ کہہ کر اکرام نے گھنٹی بجائی— چپراسی آیا تو اس نے محمد حسین آزاد کو بلانے کے لیے کہا— جلد ہی وہ ۱۱۳ گلشن روڈ کی طرف روانہ ہو گیا۔

"ٹھیک ہے اکرام، اب تم عملے کے آدمی ادھر نہ بھیج دو۔"

"جی بہتر۔" اکرام نے کہا اور اٹھ کر باہر نکل گیا— انسپکٹر جمشید نے ریسیور اٹھایا اور کسی کے نمبر ڈائل کیے:

"ہیلو، انسپکٹر جمشید بول رہا ہوں۔"

"اور میں غزنوی ہوں۔ بہت دنوں بعد میرا خیال آیا۔" دوسری طر

سے پرجوش آواز آئی۔

"بھئی غزنوی، مجھے آپ سے کچھ کام ہے — میں آج شام چھ
بجے ۱۱۳ گلشن روڈ پر تم سے ملنے آرہا ہوں۔ تم دفتر سے فارغ ہو کر وا
پہنچ جاؤ گے نا۔"

"نن نہیں دوست، میں وہاں نہیں ملوں گا۔ اب میں وہاں نہیں ر
آپ بسمل ٹاؤن کی تیسری سڑک پر آ جائیے گا — تیسری کوٹھی میر
ہے۔"

"کیا مطلب، یہ کیا بات ہوئی — کیا آپ نے اپنی پہلی کوٹھی فر
کر دی ہے؟"

"ہاں، اب میں بسمل ٹاؤن میں رہتا ہوں۔" اس نے جلدی
کہا —

"اچھا خیر، میں وہیں آجاؤں گا — مجھے تو پتا ہی نہیں تھا کہ آ
نے اپنی کوٹھی چھوڑ دی ہے — تو اسے فروخت کر دیا ہے آپ —
انہوں نے سرسری لہجے میں پوچھا۔

"ہاں، آ — بالکل یہی بات ہے۔"

"اور آپ نے مجھے بتایا تک نہیں — بہت افسوس کی بات —
خیر میں چھ بجے پہنچ رہا ہوں۔"

"ضرور ضرور، میں گھر میں ہی ملوں گا۔"

"شکریہ۔" انہوں نے کہا اور ریسیور رکھ دیا — اسی وقت اکرام اندر
داخل ہوا — اس نے دیکھا، اب اس کے افسر کی پیشانی پر نمودار ہونے
والی شکنیں اور بھی گہری ہو گئی تھیں —

"خیر تو ہے سر، آپ کچھ پریشان لگ رہے ہیں۔"

"ہاں بھئی، یہ ٹھیک ہے — بات دراصل یہ ہے کہ تمہارے
منہ سے ۱۱۳ گلشن روڈ سن کر میں حیران رہ گیا تھا، کیونکہ اس
جگہ میرا ایک بہت پرانا، یعنی سکول کے زمانے کا دوست رہتا تھا۔
مجھے حیرت یہ ہوئی تھی کہ اگر میرے دوست غزنوی کے گھر میں
کوئی واردات ہو گئی تھی تو اس نے مجھے کیوں نہیں بلایا — محمود،
فاروق اور فرزانہ کو کیوں بلایا — یہی بات جاننے کے لیے میں نے
۱۱۳ گلشن روڈ کے مالک کا نام اور فون نمبر معلوم کرایا۔ معلوم ہوا،
وہاں غزنوی کی بجائے احساس جمیل نامی کوئی آدمی رہتا ہے —
اب تو میری حیرت اور بڑھ گئی — میں نے اپنے دوست کے دفتر
کے نمبر ڈائل کیے تو وہ وہاں مل گیا — اس کا کہنا ہے کہ اس
نے اپنی کوٹھی نمبر ۱۱۳ فروخت کر دی ہے، لیکن اس کے لہجے
سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اس کوٹھی کا ذکر سن کر کچھ پریشان
ہو گیا ہے اور کچھ چھپانے کی کوشش میں ہے، لہٰذا میں محمود، فاروق اور
فرزانہ سے تو بعد میں ملوں گا اور واردات کے متعلق پوچھوں گا — پہلے
غزنوی سے مل لوں۔"

"لیکن سر، اس میں عجیب بات کیا ہے۔ کیا صرف یہ کہ غزنوی صاحب نے آپ کو کوٹھی فروخت کرنے کے بارے میں کیوں نہیں بتایا؟" اکرام نے حیران ہو کر کہا۔

"نہیں، یہ بات نہیں ــــ غزنوی کے بتانے کا انداز مجھے حیران کیے دے رہا ہے۔ کوٹھی فروخت کرنا ایسی عجیب بات نہیں، پھر اس کے لہجے سے گھبراہٹ کیوں ٹپک رہی تھی ــــ نہیں اکرام، معاملے میں ضرور کوئی پیچیدگی ہے ــــ تم دیکھ لینا، آج میں یہاں سے گھر نہیں جاؤں گا ــــ پہلے غزنوی سے ملوں گا، لہٰذا مجھے بیگم کو اطلاع دے دینی چاہیے۔" یہ کہہ کر ایک بار انھوں نے پھر ریسیور اٹھا لیا اور نمبر گھمانے لگے۔

ٹھیک سوا گھنٹے کے بعد وہ سیمل ٹاؤن کی تیسری سڑک پر تیسری کوٹھی کے دروازے کی گھنٹی بجا رہے تھے۔ اس وقت بالکل ٹھیک چھ بجے تھے۔ انسپکٹر جمشید اس بات کا بہت خیال رکھتے تھے، جس شخص کو جتنے بجے کا وقت دے دیتے، اس سے ایک سیکنڈ بھی ادھر سے ادھر نہ ہوتے۔ کسی کو ان کا کبھی ایک منٹ بھی انتظار نہیں کرنا پڑتا تھا اور یہی عادت محمود، فاروق اور فرزانہ کی بن گئی تھی ــــ انسپکٹر جمشید کو شکوہ تھا کہ ہمارے ملک میں وقت کی بہت بے قدری ہوتی ہے، جب کہ دوسرے ممالک میں ایک ایک سیکنڈ کو قیمتی خیال کیا جاتا ہے ــــ اور ہے بھی یہی بات ــــ وقت جیسی دولت پھر ہاتھ آ ہی نہیں سکتی۔

قدموں کی آواز سن کر انھوں نے سامنے دیکھا، ان کا بچپن کا دوست غزنوی چلا آ رہا تھا۔ اس کا رنگ زرد تھا، بالکل ہلدی کی طرح ــــ جب کہ وہ ایک صحت مند اور سرخ و سفید آدمی تھا ــــ اس کا زرد رنگ دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے ــــ

سفید جھوٹ

"اوہو، ڈیڈی، آپ تو انکل فرمان راؤ کو بھی ساتھ لائے ہیں۔ بھئی واہ اب آئے گا مزا۔" لڑکی نے چہک کر کہا اور فرزانہ نے صاف محسوس کیا، وہ بالکل اسی کے انداز میں بولی تھی۔۔ وہ اسے گھور کر رہ گئی۔

"ہاں بیٹی، یہ مجھے تلاش کرتے ہوئے شادی والے گھر تک پہنچ گئے تھے۔ انہیں مجھ سے کچھ ضروری کام تھا، اس لیے میں وہاں سے اجازت لے کر انہیں ادھر لے آیا۔" احساس جمیل کی آواز پیار اور شفقت سے لبریز تھی۔

"گویا آپ شادی میں پوری طرح شرکت نہیں کر سکے۔" بڑا لڑکا بولا۔

"یہ بات بھی نہیں۔ ضروری کام تو ہو چکا تھا۔۔ یعنی نکاح۔۔ بس اب تو رخصتی باقی تھی۔" احساس جمیل بولے، پھر چونک اٹھے اور حیران ہو کر بولے:

"ارے، یہ تینوں کون ہیں؟"

"آپ ان کے نام سن کر حیران رہ جائیں گے ڈیڈی۔" لڑکی نے شوخ آواز میں کہا

"اچھا، اور فرض کیا، میں حیران نہ ہو سکا تو....... ؟"

"تو چور کی سزا وہ ہماری۔"

"چلو ٹھیک ہے۔۔ بتاؤ ان کے نام۔۔ کیا تم لوگوں کے کلاس فیلو ہیں۔"

"جی، یہ بات بھی نہیں۔۔ خیر، ان کے نام سن لیجیے۔ محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونک اٹھے۔

"جی ہاں، ان کے نام محمود، فاروق اور فرزانہ ہی ہیں اور یہ انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں۔"

"اوہ۔" نہ صرف احساس جمیل، بلکہ فرمان راؤ کے منہ سے بھی نکلا۔

"لل، لیکن، یہ یہاں کیا کر رہے ہیں۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، یہ تمہارے دوست نہیں ہیں۔" احساس جمیل بولے۔

"آپ کا خیال بالکل ٹھیک ہے ابا جان، انہیں ہم نے یہاں بلایا تھا۔۔ آپ تو جانتے ہی ہیں، ہم ان لوگوں کے کارنامے اخبارات میں پڑھنے کے کس حد تک شوقین ہیں۔"

"ہاں، میں جانتا ہوں، لیکن تم نے میری بات کا جواب اب

یک نہیں دیا، آخر ان لوگوں کو کیوں بلایا گیا ہے؟"

"ایک بہت ہی خاص معاملہ تھا۔ ہمارے گھر میں ایک وا[…]
واردات ہو گئی ہے، بلکہ صاف لفظوں میں کہہ لیں کہ ایک خون ہو[…]
ہے" بڑے لڑکے نے روانی کے عالم میں کہا۔

"کیا بک رہے ہو تم — اس گھر میں صرف ہم پانچ آدمی ر[…]
ہیں۔ مالی تھوڑی دیر کے لیے آتا ہے۔ گھر کا ملازم ملازمت چھوڑ کر
گیا ہے اور نیا ملازم ابھی تک ملا نہیں، پھر بھلا یہاں کس کا خ[…]
ہو سکتا ہے" احساس جمیل تلملائے ہوئے لہجے میں بولے۔

"آئیے، ہم آپ کو دکھائیں، کس کا قتل ہوا ہے"

"محمود، کیا تم لوگ آج مذاق کے موڈ میں ہو — کیا آج
نے کوئی خاص پروگرام ترتیب دے رکھا ہے" احساس جمیل […]
اپنی جگہ سے ہلے بغیر کہا۔

"بھئی پہلے دیکھ تو لو، یہ دکھانا کیا چاہتے ہیں" فرحان راؤ[…]
پہلی بار گفتگو میں دخل دیا۔

"تم نہیں جانتے فرحان، یہ لوگ ہمیشہ ہی اوٹ پٹانگ قسم[…]
پروگرام بناتے رہتے ہیں"

"لیکن ابا جان، اس بار ہم نے کوئی اوٹ پٹانگ پروگرام
نہیں بنایا، بلکہ سرے سے بنایا ہی نہیں"

"میں کیسے یقین کر لوں، جب کہ تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں[…]

سونے پر سہاگا یہ کہ اس مرتبہ تم نے ان لوگوں کو بھی بلا لیا ہے۔
یہ تمہارے بارے میں کیا سوچیں گے" احساس جمیل نے بھناتے ہوئے
لہجے میں کہا۔

"کچھ بھی نہیں سوچا انہوں نے تو، انہیں تو ہم واردات کا
کمرہ دکھا بھی چکے ہیں"

"اوہو اچھا" فرحان راؤ نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

عین اسی وقت دروازے کی گھنٹی بج اٹھی۔ وہ چونکے بغیر نہ
رہ سکے۔

"محمود، جلدی دیکھو، کون ہے دروازے پر" احساس جمیل بولے۔

"جی بہتر" اس نے کہا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔
جلد ہی تین آدمیوں کو ساتھ لیے اندر داخل ہوا۔

"اوہو، آپ لوگ آ گئے" محمود کے منہ سے نکلا۔

"کون ہیں یہ لوگ" احساس جمیل کی حیرت بڑھتی جا رہی تھی۔

"فنگر پرنٹ سیکشن اور فزیکل لیبارٹری کا عملہ — یہ کمرۂ واردات کا
جائزہ لیں گے — انگلیوں کے نشانات اٹھائیں گے"

"ارے، تو کیا سچ مچ یہاں کوئی خون ہو گیا ہے" احساس جمیل
نے پہاڑ کھانے والے انداز میں کہا اور اندر کی طرف دوڑے۔ فرحان راؤ
نے ان کا ساتھ دیا — وہ پرسکون انداز میں ان کے پیچھے چلے اور
کمرے میں داخل ہو گئے۔

"تم، تم لوگوں کا دماغ چل گیا ہے۔ محمود، فاروق، فرزانہ میں تمہیں ایسی سزا دوں گا کہ آئندہ تم کبھی اس قسم کے مذاق نہیں کر سکو گے۔"

"لیکن ابا جان، کس قسم کا ــــ ہم نے تو کسی بھی قسم کا مذاق نہیں کیا۔" فاروق نامی لڑکے نے حیرت زدہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور فاروق نے بُرا سا منہ بنایا۔ یہ تینوں تو گویا ہر بات میں ان کی نقل کر رہے تھے ــــ

"وہ دیکھیے ابا جان، آتش دان کی طرف۔"

احساس جمیل نے بے ساختہ انداز میں آتش دان کی طرف دیکھا اور پھر اس کی آنکھیں خوف اور دہشت سے پھیل گئیں ــــ

○

"السلام علیکم غزنوی، او ہو بھئی، آپ کا ہاتھ تو کانپ رہا ہے۔ کیا بیمار ہیں ان دنوں؟"

"ہاں، مجھے ملیریا ہو گیا تھا۔ اب پہلے سے بہتر ہوں۔ تشریف لے آئیے۔"

"کوٹھی فروخت کرنے کی اطلاع تک نہیں دی۔" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں شکوہ تھا۔

"بس کیا بتاؤں۔" غزنوی نے جواب دیا اور پھر ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئے۔ دونوں صوفے پر آمنے سامنے بیٹھ گئے تو انسپکٹر جمشید بولے۔

"جہاں تک مجھے یاد ہے، وہ پرانا مکان آپ نے بہت ہی شوق سے اور منہ مانگے پیسے دے کر خریدا تھا اور پھر کوٹھی کی شکل دی، پھر آخر اسے فروخت کیوں کر دیا، کیا وجہ ہوئی؟"

"بات کوئی خاص نہیں تھی۔ میری بیوی کو وہم ہو گیا تھا۔" انہوں نے دبی آواز میں اور راز دارانہ لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب۔" وہ چونک اٹھے۔

"کسی نے انہیں اس وہم میں مبتلا کر دیا تھا کہ اس کوٹھی پر آسیب کا سایا ہے اور آسیب راتوں کو اس میں گھومتا پھرتا ہے۔ اسے کئی آدمیوں نے دیکھا بھی ہے۔ بس جناب، وہ تو کوٹھی چھوڑ دینے پر بضد ہو گئیں۔ میری انہوں نے ایک نہ سنی اور آخر تنگ آکر میں نے اسے فروخت کرنے کا فیصلہ کر لیا ــــ یوں بھی مجھے ایک اچھا گاہک مل گیا تھا۔"

"آپ کا مطلب ہے، احساس جمیل ....."

"جی ہاں، میں نے مکان پچاس ہزار روپے میں خریدا تھا، پچاس ہزار اوپر لگائے۔ اب میں نے ان سے تین لاکھ روپے مانگے تو انہوں نے فوراً ہی سودا منظور کر لیا، لہٰذا میں بہت خوش ہوا۔"

"اور یہ کوٹھی آپ نے کتنے میں خریدی؟"

"دو لاکھ روپے کی؛ حالانکہ یہ اس سے بہت بڑی ہے اور ہے بھی اچھے علاقے میں۔"

"پھر تو آپ بہت نفعے میں رہے ہیں۔" انسپکٹر جمشید خوش ہو کر بولے۔

"جی ہاں، خدا کا شکر ہے۔"

"بھابی نظر نہیں آ رہیں۔" انسپکٹر جمشید نے دروازے کی طرف دیکھا۔

"سب کے سب نانکے گئے ہوئے ہیں۔"

"اوہ اچھا — اب میں چلتا ہوں، پھر کبھی آؤں گا — دراصل میں یہ سن کر حیران رہ گیا تھا کہ آپ نے کوٹھی فروخت کر دی۔" انہوں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے، تو بیٹھیے نا — ملازم چائے لے کر آتا ہی ہوگا۔" غزنوی نے پرزور لہجے میں کہا

اور انہیں بیٹھنا پڑا۔

"میں اس کوٹھی کو دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہا ہوں۔ کسی نے یہ دو لاکھ میں کس طرح فروخت کر دی — ایسی کوٹھی تو آج کل دس لاکھ میں بھی بڑی مشکل سے ملتی ہے۔" جواب میں غزنوی کچھ نہ بولا۔

چائے سے فارغ ہو کر وہ باہر نکلے اور ایک پبلک فون بوتھ میں گھس گئے۔ کسی کے نمبر گھمانے کے بعد انہوں نے کہا:

"میں انسپکٹر جمشید بول رہا ہوں۔ رجسٹریشن آفس سے فوری طور پر معلوم کریں کہ ماجد غزنوی نے اپنی کوٹھی کتنے میں فروخت کی اور نئی کوٹھی کتنے میں خریدی۔" انہوں نے دونوں کے پتے بھی نوٹ کرا دیے۔

"او کے سر۔"

"میں دفتر میں ملوں گا — وہیں اطلاع دیجیے گا۔"

"جی اچھا۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور وہ دفتر کی طرف روانہ ہوئے۔ دفتر میں داخل ہو رہے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اکرام نے ریسیور اٹھایا اور فون سننے لگا، پھر ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے کہا:

"محمد حسین آزاد کا فون ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ۱۱۳ نمبر کوٹھی میں کسی واردات کے کوئی آثار نہیں ہیں — کیونکہ اگر یہاں واردات ہوئی ہوتی تو ضرور پولیس موجود ہوتی۔"

"ہوں، اس سے کہو، نگرانی بدستور جاری رکھے۔"

"جی بہتر۔" اکرام نے کہا اور فون میں بولا: "ہیلو محمد حسین آزاد، نگرانی جاری رہے گی۔"

اکرام نے ہدایات دیں اور ریسیور رکھ دیا — اسی وقت فون کی گھنٹی پھر بج اٹھی — اکرام نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا اور فون سننے لگا، پھر ریسیور رکھتے ہوئے ان سے بولا:

"رجسٹریشن آفس سے رپورٹ موصول ہوئی ہے سر، مسٹر ماجد غزنوی نے اپنی کوٹھی گیارہ لاکھ روپے میں فروخت کی تھی اور نئی کوٹھی د لاکھ روپے میں خریدی ہے۔"

انسپکٹر جمشید دھک سے رہ گئے۔ اس کا مطلب تھا، ان کے دوست ماجد غزنوی نے ان سے سفید جھوٹ بولا تھا، لیکن کیوں؟ آخر انہوں نے ایسا کیوں کیا تھا اور انہیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

سفید کار

"یہ — یہ — یہ کیا؟" احسان جمیل کے منہ سے دہشت زدہ انداز میں نکلا۔

"جی، یہ گڑیا کا قتل ہے۔" فاروق فوراً بولا۔

"ل، لیکن ایسا کس نے کیا۔ کسی کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" وہ بوکھلا کر بولے۔

"یہ بات تو ہمیں آپ ہی بتا سکیں گے۔" محمود بولا۔

"م، میں — میں بھلا کیا بتا سکتا ہوں۔"

"پھر آپ گڑیا کے پیٹ میں چاقو اور آتش دان پر بہنے والے خون کو دیکھ کر دہشت زدہ کیوں رہ گئے، کوئی تو وجہ ہوگی ہی۔"

"کیا وجہ ہو سکتی ہے، یہ منظر عجیب و غریب اور سنسنی خیز تھا، اس لیے میں خوف زدہ ہو گیا ہوں۔"

"خیر دیکھتے ہیں۔" یہ کہہ کر محمود عملے کی طرف مڑا۔

"آپ اپنا کام کریں — آپ کو اس چاقو پر سے انگلیوں کے
نشانات اٹھانے ہیں۔ آتش دان اور گڑیا پر بھی شاید انگلیوں کے نشانات
مل جائیں اور اس خون کا تجزیہ کرانا ہے۔ آیا یہ کسی انسان کا خون
ہے یا گڑیا کا۔"

"گڑیا کا خون؟" لیبارٹری اسسٹنٹ نے حیران ہو کر کہا۔

"بظاہر تو یہ گڑیا کے پیٹ سے ہی نکلا ہے۔"

"بہت خوب، میں یہ خون جمع کر لوں گا اور تجزیے کی رپورٹ
آپ کو مل جائے گی۔"

"شکریہ" — محمود بولا اور تینوں اپنے کام میں جٹ گئے۔

"آخر یہ کیا ہو رہا ہے" — احسان جمیل نے پریشان ہو کر کہا۔

"اس گڑیا کی کہانی کیا ہے، آپ ہمیں بتا کیوں نہیں دیتے؟"
فرزانہ نے جھنجھلا کر کہا۔

"گڑیا کی کہانی، بھلا گڑیا کی کیا کہانی ہو سکتی ہے — میں
اسے بازار سے خرید کر لایا تھا اور لا کر میں نے اسے آتش دان پر
رکھ دیا، بس اس کے علاوہ اس کی کوئی کہانی نہیں ہے۔"

"اور کیا یہ چاقو آپ کا ہے؟"

"جی نہیں، یہ چاقو ہمارے گھر کا نہیں ہے۔ ہمارے ہاں پھل کاٹنے
والی چھریاں استعمال کی جاتی ہیں۔" اس نے فوراً کہا۔

"اچھا آپ نے اپنے ملازم غفور بھولا کو ملازمت سے کیوں نکال

...؟" فاروق نے جلدی سے پوچھا۔

"اوہو، آپ تو بہت معلومات حاصل کر چکے ہیں۔ خیر سُنیے،
...ں نے اس کی ایک چوری پکڑ لی تھی۔"

"تو وہ کچھ چرا رہا تھا اوہ آپ نے اسے رنگے ہاتھوں پکڑ
...؟" محمود نے بغور اس کی طرف دیکھا۔

"جی ہاں، بالکل یہی بات ہے۔ اس نے میری سونے کی انگوٹھی
...الی تھی اور اسے باغ میں گڑھا کھود کر دبا رہا تھا کہ میں نے جا
...ڑا — اس جگہ دبانے سے اس کا مقصد یہ تھا کہ تلاشی لیے جانے
...انگوٹھی اس کے پاس سے برآمد نہ ہو۔ اس کی ملازمت جاری رہے
...ر جب معاملہ ٹھنڈا ہو جائے تو وہ گڑھے میں سے انگوٹھی نکال کر
...ے جائے۔"

"ہوں تو یہ بات ہے — خیر، معلوم ہو گیا کہ آپ نے اسے
...لازمت سے کیوں نکالا۔ گڑیا کے بارے میں بھی آپ کا بیان یہ
...ہے کہ اس کی کوئی کہانی نہیں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ گڑیا کے
...یٹ میں کسی کو چاقو گھونپنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا آپ اس پر
...شنی ڈال سکتے ہیں۔ ویسے آپ کی اطلاع کے لیے ہم یہ بھی
... دیں کہ آپ کی غیر حاضری میں آج یہاں چار آدمی آئے تھے۔
...ے چاروں میں سے کوئی شخص بھی یہ کام کر سکتا تھا — آپ کے
...وست فرمان راؤ، آپ کے مینجر راجہ سلطان، آپ کا سابقہ ملازم

غفور بھولا اور مالی جامو، ان کے علاوہ کسی کے آنے کے بارے
ہمیں نہیں بتایا گیا؛ گویا چاقو گڑیا کے پیٹ میں یا تو ان میں
کسی ایک نے گھونپا، یا پھر خود آپ نے — ایک امکان جو
مضبوط امکان ہے، یہ ہے کہ یہ شرارت آپ کے تینوں بچ
کی ہے۔ ان حالات میں آپ اگر یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس معا
کو یہیں ختم کر دیں اور چلے جائیں تو ہم جانے کے لیے تیار ہ
لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ قدرتی طور پر یہ بات جاننے کے لیے آ
بھی شدت سے خواہش مند ہوں گے کہ یہ چکر کیا ہے۔ کسی
گڑیا کے پیٹ میں چاقو کیوں گھونپا — کیا خیال ہے آپ کا؟"
محمود یہاں تک کہہ کر رک گیا۔ چند سیکنڈ تک کمرے
گہری خاموشی طاری رہی، پھر احساس جمیل نے کہا:
"واقعی، یہ جاننے کی خواہش بہت شدید ہو گئی ہے کہ
کس نے کیا اور کیوں، لہٰذا آپ اپنی تفتیش جاری رکھ سکتے ہیں
مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"
"شکریہ، تو پھر سب سے پہلے میں آپ سے ہی سوال پو
ہوں۔ آپ ہی نے تو گڑیا کے چاقو نہیں گھونپ دیا؟"
"نن — نہیں، بھلا میں ایسا کیوں کرتا۔" انہوں نے فو
"مسٹر محمود، فاروق اور فرزانہ، آپ تینوں میں سے یہ کام
کا ہے۔" محمود نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

بلکہ کسی کا بھی نہیں۔"
"شکریہ — اب میں فرمان راؤ سے یہی سوال کروں گا۔"
"مجھے کیا ضرورت تھی ایسا کرنے کی؟"
"آپ صبح بھی آئے تھے اور پھر احساس جمیل صاحب سے
معاملے شادی والے گھر تک جا پہنچے۔ اس کا مطلب ہے، آپ کو ان
سے بہت ضروری کام ہے۔"
"یہ میرے دوست ہیں، مجھے ان سے سو کام ہو سکتے ہیں۔"
"کیا آپ بتانا پسند نہیں کریں گے کہ وہ کیا کام تھا جس نے
آپ کو شادی والے گھر تک جانے پر مجبور کر دیا۔"
"کاروباری معاملہ ہے، آپ کو نہیں بتایا جا سکتا — صرف اتنا
بتا سکتا ہوں کہ میں کھالوں کی رنگائی کے لیے ان کی فرم کو آرڈر
دلاتا ہوں۔"
"ہوں، شکریہ — اب ہم اجازت چاہیں گے۔" محمود نے
معانقے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔
"لیکن آپ تو کہہ رہے تھے، تفتیش جاری رکھیں گے۔"
"جی ہاں، اس میں کوئی شک نہیں، لیکن یہاں ہمارا کام
اب ختم ہو چکا ہے۔ ہم اپنی تفتیش سے بہت جلد آپ کو مطلع
کر لیں گے۔"
"اچھی بات ہے۔" احساس جمیل نے بھی ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

تینوں بچے انہیں دروازے تک رخصت کرنے آئے۔ اسی
بڑا لڑکا بولا:

"امید کے خلاف آپ کوئی کارنامہ انجام نہیں دے سکے
اس کا افسوس رہے گا۔"

"یہاں ایسی بات ہی کیا ہے کہ ہم کچھ کام دکھا سکیں
ایک گڑیا کے پیٹ میں چاقو گھونپا گیا ہے اور بس۔" فاروق
منہ بنایا۔

"کم از کم آپ اپنی جاسوسی کے ذریعے یہ تو معلوم کر
سکتے تھے کہ ایسا کس نے کیا ہے۔"

"ہم جادوگر نہیں ہیں اور نہ شرلاک ہومز ہیں۔ یہ معلو
کرنے کی کوشش جاری ہے اور انشاءاللہ اس راز سے پردہ
کر رہیں گے۔ آپ لوگ بھی یہ جان لیں، اگر یہ شرارت آپ
تینوں کی یا آپ میں سے کسی ایک کی ہے تو آپ لوگوں کو
جواب دہ ہونا پڑے گا۔ آپ پر اس صورت میں ہمیں پریشان کر
کا الزام عاید کیا جائے گا۔"

"ہم — ہم نے ایسا ہرگز نہیں کیا۔" محمود نامی لڑکا ہکلایا۔

"خیر، معلوم ہو جائے گا، یہ کس کا کام ہے۔"

قریب ہی ایک پبلک فون بوتھ سے محمود نے گھر فون کیا
دوسری طرف سے بیگم جمشید کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو امی جان، کیا ابا جان اب تک گھر نہیں پہنچے؟"

"نہیں، ابھی نہیں — انہیں بھی کچھ کام پڑ گیا ہے۔ تمہارے
بارے میں فون کر کے انہوں نے پوچھا تھا۔"

"اوہ، اچھا — اس وقت ہم نے فون اس لیے کیا ہے کہ
ہم ابھی گھر نہیں آسکیں گے۔ کام ذرا طول پکڑ گیا ہے۔"

"تو کیا تم ابھی تک ۱۱۳ گلشن روڈ پر ہی ہو۔" انہوں نے
پوچھا۔

"نہیں، ہم وہاں سے نکل آئے ہیں اور اب ایک اور جگہ جا
رہے ہیں — شاید ایک گھنٹے تک گھر آجائیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔"

جلد ہی وہ غفور بھولا کے دروازے پر دستک دے رہے تھے۔
آخر قدموں کی آواز سنائی دی۔ دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر کے
آدمی کی شکل دکھائی دی۔ اس کے جسم پر پھٹا پرانا لباس تھا۔

"غفور بھولا آپ ہی ہیں؟"

"جی — جی ہاں — فرمائیے، میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"ہم آپ سے کچھ باتیں کریں گے۔ اگر آپ کو ناگوار نہ گزرے۔"

"اس میں ناگوار گزرنے کی کیا بات ہے، آئیے۔" اس نے راستا
دیا اور وہ اندر داخل ہو گئے۔ اندر بے ترتیبی کے آثار صاف نظر آئے۔
ایک ٹوٹے پھوٹے کمرے میں چارپائی پر انہیں بیٹھنا پڑا۔ غفور بھولا

ان کے سامنے ایک مونڈھے پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار صاف نظر آ رہے تھے۔

"فرمائیے، آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟"

"کچھ دن پہلے تک آپ احساس جمیل کے ہاں ملازم تھے، یہ ٹھیک ہے؟"

غفور بھولا چونک اٹھا۔ چند سیکنڈ کی خاموشی کے بعد اس نے کہا:

"ہاں، یہ ٹھیک ہے، لیکن آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں؟" اس کی آواز میں ہلکی سی لرزش تھی اور بے چینی تو صاف ٹپک رہی تھی۔

"اس کی ایک وجہ ہے۔ پہلے آپ یہ بتائیے، آپ نے ملازمت کیوں چھوڑ دی؟"

"میں نے ملازمت نہیں چھوڑی، انہوں نے مجھے ملازمت سے نکال دیا ہے۔" وہ بولا۔

"لیکن کیوں، آپ نے کیا جرم کیا تھا؟" فاروق نے پوچھا۔

"ان کا خیال ہے، میں نے ان کی سونے کی انگوٹھی چرائی تھی اور وہ میں نے ان کے ہی باغ میں گڑھا کھود کر دفن کر رہا تھا، تاکہ جب معاملہ ٹھنڈا ہو جائے، انگوٹھی وہاں سے نکال لوں، لیکن انہوں نے ایسا کرتے مجھے دیکھ لیا اور مجھے ملازمت سے نکال دیا؛

حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

"تو پھر بات کیا ہے؟"

"بات صرف اتنی سی ہے کہ میں ایک مردہ پرندے کو دفن کرنے کے لیے گڑھا کھود رہا تھا۔ اتنے میں احساس جمیل صاحب آئے اور آتے ہی برس پڑے۔ میں جانتا ہوں، میری سونے کی انگوٹھی تم نے چرائی ہے اور تم اسے اس جگہ دبا رہے ہو۔ یہ کہہ کر وہ جھکے، گڑھے میں ہاتھ دیا تو انگوٹھی ان کے ہاتھ میں تھی، یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا کہ گڑھے میں سے انگوٹھی کیسے آ گئی۔ میں نے قسمیں کھائیں — انہیں اپنی بے گناہی کا یقین دلایا، لیکن انہوں نے میری ایک نہ سنی۔ کہنے لگے، تم میرے ملازم رہے ہو۔ میری خدمت کرتے رہے ہو، اس لیے میں اتنی رعایت ضرور کروں گا کہ تمہیں پولیس کے حوالے نہ کروں، لیکن اب میں تمہیں ملازمت میں نہیں رکھ سکتا اور انہوں نے میرا اسی وقت حساب کر دیا۔ یہ ہے کل کہانی۔"

"عجیب کہانی ہے۔ آپ کے بیان سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے آپ پر بالکل جھوٹا الزام لگایا ہے اور انگوٹھی وہ ہاتھ میں پہلے سے لیے ہوئے تھے۔"

"جی ہاں، بالکل یہی بات ہے۔ خدا کی قسم، بالکل یہی بات ہے۔"

"غفور بھولا صاحب، قسمیں کھانے کی ضرورت نہیں — قسمیں عام طور

پر جھوٹے لوگ کھایا کرتے ہیں۔ دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو آپ نے انگوٹھی چرانے کی واقعی کوشش کی تھی یا پھر انہوں نے آپ پر جھوٹا الزام لگایا ہے۔ آپ کا کہنا یہی ہے کہ الزام جھوٹا ہے۔ سوال یہ ہے کہ انہیں آپ پر جھوٹا الزام لگانے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ تو آپ کو بغیر الزام لگائے بھی ملازمت سے نکال سکتے تھے۔"

"میں خود بہت حیران ہوں کہ انہیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔" غفور بھولا نے کہا۔

"اچھا یہ بتائیے، ملازمت کے دوران ان کا آپ سے کیسا سلوک تھا؟"

"بہت ہی اچھا — مجھے ان سے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔"

"آپ نے کوئی ایسی بات یا راز تو نہیں جان لیا تھا، جس کے بعد وہ آپ کو ملازمت میں نہیں رکھ سکتے تھے؟" فاروق نے کچھ سوچ کر سوال کیا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ یوں بھی احساس جمیل صاحب کی زندگی میں کوئی راز ہے ہی کہاں، ان کے تین بچے ہیں، ایک بیوی ہے۔ ان کی فرم بہت اچھی چل رہی ہے۔"

"کچھ روز پہلے وہ ایک گڑیا لائے تھے، جسے انہوں نے اپنے کمرے کے آتشدان پر رکھ دیا تھا — آپ کو اس گڑیا کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟"

"گڑیا، ہاں، یاد آ گیا — وہ گڑیا واقعی لائے تھے اور انہوں نے اسے رکھا بھی آتش دان پر ہی تھا۔"

"اس گڑیا کے بارے میں کسی دن کوئی عجیب بات تو نہیں ہوئی۔"

"بالکل نہیں۔"

"خیر، اب ہم چلتے ہیں۔" محمود نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگوں نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ یہ باتیں کس لیے پوچھی ہیں اور آپ کا احساس جمیل صاحب سے کیا رشتہ ہے؟"

"ان کے گھر میں دراصل اس گڑیا کا قتل ہو گیا ہے اور ہم اس کے قاتل کا سراغ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"جی کیا کہا، گڑیا کا قتل؟" اس کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا۔

اور وہ اسے مختصر طور پر حالات سنا کر باہر نکل آئے۔

"ہاں بھئی، اب کیا خیال ہے۔" محمود مسکرایا۔

"مجھے تو یہ اونٹ کسی کروٹ بیٹھتا نظر نہیں آتا — عجیب معاملہ ہے۔" فاروق بولا۔

"ہمیں چاہیے، گھر کی طرف چل پڑیں — یہ ضرور کسی کا مذاق ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

"لیکن مشکل ایک اور ہے۔" محمود پراسرار انداز میں بولا۔ فاروق

اور فرزانہ نے اسے گھور کر دیکھا۔

"یہ اس معاملے میں کوئی مشکل کہاں سے آ کودی؟" فاروق نے منہ بنایا۔

"تم دونوں آنکھیں کھلی نہیں رکھتے۔ احساس جمیل کی کوٹھی سے باہر نکلتے ہوئے میں نے ایک شخص کو دیکھا تھا۔ وہ ان کی کوٹھی کی نگرانی کرتا نظر آیا تھا۔ بظاہر وہ ایک بک سٹال کے پاس کھڑا اخبارات کی سرخیاں پڑھ رہا تھا۔"

"اوہ، لیکن تمہیں کس طرح معلوم ہوگیا کہ وہ ان کی کوٹھی کی نگرانی کر رہا تھا؟" فرزانہ چونکی۔

"اس طرح کہ میں نے اسے کن انکھیوں سے کوٹھی کے دروازے کی طرف دیکھتے محسوس کر لیا تھا، پھر جونہی اس نے ہمیں نکلتے دیکھا، نظریں دوسری طرف کرلیں۔"

"تب تو تم سے زبردست غلطی ہوئی۔" فرزانہ نے تلملا کر کہا۔

"کیسی غلطی؟" محمود نے بھنا کر کہا۔

"تمہیں چاہیے تھا، اسی وقت ہمیں بتا دیتے۔ ہم میں سے ایک اس کی نگرانی شروع کر سکتا تھا۔"

"میں نے اس کی ضرورت نہیں محسوس کی اور واقعی ضرورت تھی بھی نہیں، کیونکہ وہ شخص محمد حسین آزاد تھا۔"

"ارے۔" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"حیرت ہے، اسے احساس جمیل کی کوٹھی کی نگرانی کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی۔" فاروق بڑبڑایا۔

"کیوں نہ اُس سے معلوم کریں۔"

"ہاں ٹھیک ہے، درمیانی فاصلہ زیادہ نہیں ہے۔ ابھی پوچھ لیتے پھر ہمیں انگلیوں کے نشانات اور خون کی رپورٹ کے لیے بھی فون کرنا ہے۔"

تینوں ایک بار پھر گلشن روڈ پر پہنچے۔ محمد حسین آزاد اب اس سٹال پر تو نظر نہیں آیا؛ البتہ نظریں گھمانے کے بعد وہ سڑک کے دوسری طرف بس سٹاپ پر کھڑا مل گیا، تینوں اس کے قریب رکے۔

"ہیلو انکل، یہاں کیسے کھڑے ہیں۔ آئیے ہم پہنچا دیں۔ کہاں جانا ہے آپ کو۔"

"کہیں بھی نہیں، میں تو بس ایسے ہی کھڑا ہوں۔" محمد حسین آزاد انہیں دیکھ کر گڑبڑا اٹھا۔

"بس ایسے ہی کھڑے ہونے کا فن کوئی آپ سے سیکھے۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں، احساس جمیل کی کوٹھی کی نگرانی کیوں کر رہے ہیں؟" فاروق شریر لہجے میں بولا۔

"ہائیں، آپ نے یہ اندازہ کس طرح لگایا۔" وہ دھک سے رہ گیا۔

"بات دراصل یہ ہے انکل کہ آپ نگرانی کے کام میں ابھی

کہتے ہیں :

"ارے تو پکا دیجیے نا مجھے" اس نے پھاڑ سا منہ کھولا۔

"خیر، پکا دیں گے ۔ پہلے تو یہ بتائیے، نگرانی کس کی ہدایت پر کر رہے ہیں اور کیوں ؟"

"آپ کے والد صاحب کی ہدایت پر ۔ ان کا خیال ہے کہ اس کوٹھی میں کوئی واردات ہو گئی ہے۔ لیکن یہاں کسی واردات کے سرے سے کوئی آثار نہیں ہیں ۔ میں انہیں یہ رپورٹ بھی دے چکا ہوں، لیکن اس کے باوجود انہوں نے یہی حکم دیا کہ نگرانی جاری رہے گی ؛ چنانچہ نگرانی جاری ہے" اس کے انداز سے بے چارگی ٹپک رہی تھی۔

"ہوں، تقریر اچھی کر رہے ہیں آپ ۔ اتنی رفتار سے تو میں بھی نہیں بولتا ہوں گا ۔ اچھا شکریہ، نگرانی جاری رکھیے" فاروق نے شریر انداز میں کہا اور تینوں اس کے پاس سے ہٹ آئے۔

"عجیب معاملہ ہے، بلکہ پراسرار بھی ہوتا جا رہا ہے۔ ابا جان کو اس کوٹھی کے بارے میں کس طرح معلوم ہو گیا اور انہیں نگرانی کرانے کی کیا ضرورت پیش آ گئی" فرزانہ بڑبڑائی۔

"کوٹھی کے بارے میں تو خیر انہیں امی جان سے بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ ہاں نگرانی کرانے والی بات ضرور عجیب ہے۔ آؤ، پہلے تو رپورٹ کے لیے فون کریں"

تینوں ایک فون بوتھ میں گھس گئے ۔ جگہ اگرچہ تنگ تھی، لیکن وہ کسی نہ کسی طرح سما ہی گئے ۔ محمود نے جلدی جلدی لیبارٹری کو فون کیا اور اپنا نام بتا کر رپورٹ طلب کی۔

"وہ خون انسانی خون ثابت ہوا ہے"

"ارے" محمود کے منہ سے نکلا ۔ اب اس نے نشانات کے سیکشن کو فون کیا ۔ دوسری طرف سے بتایا گیا۔

"چاقو اور گڑیا پر انگلیوں کے نشانات موجود ہیں۔ نشانات دو آدمیوں کے ہیں"

"شکریہ" محمود نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

"معاملہ دلچسپ ہو گیا ہے ۔ ہم تمام متعلقہ لوگوں کی انگلیوں کے نشانات اور ان کے خون کے نمونے حاصل کر سکتے ہیں۔ اس طرح ہمیں فوراً یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ چاقو پر کس کی انگلیوں کے نشانات ہیں اور وہ خون کس کا ہے۔ اس کے بعد ہم اس شخص کو یا اشخاص کو اصل بات بتانے پر مجبور کر سکتے ہیں"

"گویا معاملہ بہت آسان نکلا ۔ آؤ اب گھر چلیں ۔ ذرا ابا جان سے بھی تو معلوم کریں کہ انہیں کوٹھی نمبر ۱۱۳ کی نگرانی کی کیا ضرورت پیش آ گئی" فاروق نے کہا اور انہوں نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ اب گھر ہی چلا جائے۔ ساتھ ہی انہیں احساس ہوا، وہ بوتھ میں ہی باتیں کرنے لگ گئے ہیں اور باہر ایک شخص کھڑا انہیں کھا جانے والی نظروں سے

گھور رہا ہے۔ وہ جلدی سے باہر نکلے۔ وہاں ایک بہت موٹا آدمی کھڑا
تھا۔ تنک کر بولا:

"تین آدمیوں کو ایک فون کرتے میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ
دیکھا ہے۔ وہ بھی ایک چھوٹے سے فون بوتھ میں گھس کر — اور پھر
لطف یہ کہ فون کے بعد بحث بھی اندر ہی ہو رہی ہے۔" اس کی آواز
بہت باریک سی تھی۔

"معاف کیجیے گا جناب، ہم بہت شرمندہ ہیں —" محمود نے واقعی
شرمندہ ہو کر کہا۔

"جاؤ، آئندہ کبھی ایک بوتھ میں تینوں نہ گھسنا — ہاں تین
بوتھوں میں آدمی گھسنے کی ضرور کوشش کر سکتے ہو۔" اس کے لہجے میں
گہرا طنز تھا۔ فاروق سے رہا نہ گیا، بول اٹھا:

"اور کہیں آپ ہمارے والا طریقہ اختیار نہ کر بیٹھیے گا، یعنی
ایک بوتھ میں تین۔"

موٹا آدمی جھنجھلا کر پلٹا، لیکن اتنی دیر میں وہ قدم بڑھا چکے تھے۔

"بُری بات ہے فاروق، غلطی ہماری تھی۔" محمود بولا۔

"لیکن ہم نے معافی مانگ لی تھی۔ اس کے بعد اسے طنز کرنے
کا کوئی حق نہیں تھا۔"

"خیر چھوڑو، احسان جمیل اور غفور بھولا میں سے کون سچ بول رہا ہے،
کوئی اندازہ لگایا تم نے —"

"میں بے چارہ کیا اندازہ لگاؤں گا، یہ ٹھیکا تو فرزانہ نے لے رکھا
ہے۔ یوں بھی اب اندازے لگانے کی ضرورت نہیں رہی۔ انگلیوں کے
نشانات مل گئے ہیں اور خون بھی انسانی ثابت ہو گیا ہے۔"

"میں اب تک حیران ہوں۔ آخر کسی کو اس گڑیا کو ہلاک
کرنے کی کیا ضرورت تھی —"

"میں تو اب بھی یہی کہوں گی کہ یہ ان تینوں کی شرارت ہے۔
یعنی ہمارے ہم ناموں کی۔" فرزانہ بولی۔

"ارے، اوہو، ہائیں —" اچانک محمود کے منہ سے نکلا۔

"خیر تو ہے، فرزانہ کی بات میں اس قدر حیران ہونے والی تو
کوئی بات نہیں تھی۔" فاروق بولا۔

"خبردار، پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا ایک سفید کار ہمارا پیچھا کر رہی
ہے؛ گویا ہمارا تعاقب شروع ہو چکا ہے۔"

"اوہ —" فاروق اور فرزانہ ایک ساتھ بولے۔

ہاں ہوں

انسپکٹر جمشید کی جیپ رجسٹریشن آفس کے سامنے رکی۔ متعلقہ آدمی تک پہنچنے میں انہیں صرف دو منٹ لگے۔

"میں گلشن روڈ کی کوٹھی نمبر ۱۱۳ کے بارے میں ہر بات جاننا چاہتا ہوں۔"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی آپ کے اسسٹنٹ کو معلومات فراہم کرچکا ہوں۔" اس نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

"جی ہاں، لیکن میں یہ بھی جاننا چاہتا ہوں کہ مسٹر ماجد غزنوی نے وہ کوٹھی کس سے خریدی تھی اور اس سے پہلے کس نے فروخت کی تھی؟"

"اس کام میں کچھ دیر لگ جائے گی۔" کلرک نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ دفتر کا وقت ختم ہوگیا ہے، لیکن یہ ایک بہت ضروری کام ہے۔"

"بہت بہتر۔ آپ تشریف رکھیے، میں ابھی آتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ اٹھا اور ایک اندرونی کمرے میں چلا گیا۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد ایک رجسٹر اٹھائے ہوئے اندر داخل ہوا اور پھر اسے کھول کر اپنے سامنے رکھتے ہوئے بولا:

"آج سے دس سال پہلے اس جگہ کوئی کوٹھی نہیں تھی۔ ایک بہت پرانا مکان تھا اور یہ مکان پارسیوں کا تھا۔ انقلاب آیا تو پارسی یہاں سے چلے گئے اور یہ مکان ایک انگریز کے قبضے میں آگیا۔ اس انگریز کا نام مسٹر چانگ تھا۔ چانگ اس مکان میں چار سال رہا، پھر ایک شخص سکندر شاہ کے ہاتھ فروخت کرکے چلا گیا۔ مطلب یہ ہوا کہ پارسی خاندان کے جانے کے بعد چانگ کے قبضے میں آیا۔ چانگ نے یہ سکندر شاہ کو فروخت کیا۔ سکندر شاہ نے ماجد غزنوی کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ ماجد غزنوی نے یہ مکان گرا کر اسے کوٹھی کی شکل دی اور پھر احساس جمیل کو فروخت کر دیا۔ اس وقت یہ احساس جمیل کی ملکیت ہے۔"

"ہوں، یہ بھی بتا دیں کہ انگریز یعنی مسٹر چانگ نے مکان کتنے میں فروخت کیا تھا؟"

"صرف دس ہزار روپے میں۔ سکندر شاہ نے دس ہزار میں خرید کر پچاس ہزار روپے میں فروخت کیا، پھر ماجد غزنوی نے مکان گرا کر کوٹھی کی شکل میں تعمیر کرایا اور گیارہ لاکھ روپے میں فروخت

کیا۔"

"یہی بات عجیب ہے۔ کیا وہ کوٹھی گیارہ لاکھ روپے کی ہو سکتی ہے۔ مشکل سے دو تین لاکھ کی ہوگی۔"

"جی ہاں، اس پر تو میں بھی حیران ہوں۔"

"آخر احساس جمیل کو اتنی مہنگی کوٹھی خریدنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں جناب۔"

"ہاں، ٹھیک ہے۔ اچھا بہت بہت شکریہ۔" یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ باہر نکل کر جیپ میں بیٹھے۔ جیب سے اپنا ریڈی میڈ میک اپ کا سامان نکالا اور دوسرے ہی لمحے ان کی شکل صورت بالکل بدل گئی۔ جیپ انہوں نے ۱۱۳ گلشن روڈ سے کافی دور روک دی اور ایک پبلک فون بوتھ سے خان رحمان کے نمبر ڈائل کیے۔

"ہیلو خان رحمان، ایک ضروری کام ہے۔ فوراً گلشن روڈ پر چلے آؤ۔"

"خیر تو ہے۔" خان رحمان بولے۔

"ہاں سب خیریت ہے۔ بس ذرا ایک کوٹھی خریدنے کا پروگرام ہے۔" وہ مسکرائے۔

"کیا کہا، کوٹھی خریدنے کا پروگرام ہے۔ بھئی، یہ تم نے کوٹھیاں خریدنے کا کاروبار کب سے شروع کر دیا؟"

"آج سے ہی۔ جلدی پہنچو۔"

"ابھی آیا۔ کیا چیک بک بھی ساتھ لے آؤں؟"

"ہاں ضرور، کوئی حرج نہیں۔" انہوں نے کہا۔

"اچھی بات ہے۔" خان رحمان نے کہا اور وہ ریسیور رکھ کر باہر آئے۔ چاروں طرف ایک نظر ڈالی۔ ایک جگہ محمد حسین آزاد کھڑا نظر آیا۔ وہ مسکراتے ہوئے اس کی طرف بڑھے اور پیچھے پہنچ کر شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"گگ۔ گگ۔ کون؟" وہ بوکھلا کر مڑا اور پھر تملا کر بولا:

"کیا بات ہے، کون ہیں آپ؟"

"کیا رپورٹ ہے؟" انہوں نے اپنی آواز میں پوچھا۔

"ارے باپ رے۔ یہ آپ ہیں، اف خدا، یہ آپ کی شکل صورت کو کیا ہوگیا۔ آپ کی طبیعت تو خراب نہیں۔" وہ گھبرا گیا۔

"طبیعت خراب ہونے سے شکل صورت تبدیل ہو جاتی ہے۔" انسپکٹر جمشید جھنجلا اٹھے۔

"اوہ ہاں، واقعی۔ شکل صورت تو نہیں بدلتی، ضرور آپ میک اپ میں ہیں۔"

"خدا کا شکر ہے۔ تم یہ شاندار اندازہ لگانے میں کامیاب ہو گئے ہو۔ اب بتاؤ، رپورٹ کیا ہے۔"

"احساس جمیل کوٹھی میں ہی ہے۔ محمود، فاروق اور فرزانہ کے جانے کے بعد تین آدمی احساس جمیل سے ملنے آئے تھے، یعنی الگ

الگ — پہلے ایک آیا اور چلا گیا، پھر دوسرا آیا اور چلا گیا، اسی طرح تیسرا.....!"

"بس بس، معلوم ہو گیا، اور کچھ؟"

"تینوں بہت مال دار اور کھاتے پیتے نظر آتے تھے۔ بڑی بڑی کاروں میں آئے تھے" اس نے بتایا۔

"خوب، یہ تم نے کام کی بات بتائی"

اتنے میں خان رحمان کی کار کا ہارن بجا۔ وہ جلدی سے مڑے اور خان رحمان کی کار میں ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔

"کوٹھی نمبر ۱۱۳ کے سامنے کار روکنی ہے — ظاہر یہ کرنا ہے، جیسے ہم بہت بڑے دولت مند ہیں"

"یہ ظاہر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم ہیں ہی بہت بڑے دولت مند" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"یہاں ضرورت صرف ظاہر کرنے کی ہے، دولت مند ہونے کی نہیں" وہ بولے۔

"اچھا، تم فکر نہ کرو — میں ایسا ظاہر کر کے دکھاؤں گا کہ کیا کسی نے ظاہر کیا ہو گا" خان رحمان اکڑ کر بولے اور انسپکٹر جمشید مسکرا کر رہ گئے — پھر بولے:

"بات چیت میں خود ہی کروں گا۔ تمہیں صرف ہاں ہوں کرنے کی ضرورت پیش آئے گی"

"اور میں ہاں ہوں کرنے میں بہت ماہر ہوں" خان رحمان مسکرائے۔

انسپکٹر جمشید کار رکنے پر نیچے اترے اور گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔ جلد ہی فاروق کی عمر کے لڑکے نے گیٹ کھولا اور بولا:

"جی فرمائیے، آپ کو کس سے ملنا ہے؟"

"احساس جمیل صاحب سے — کیا وہ آپ کے والد ہیں؟" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"جی ہاں، مجھے فاروق کہتے ہیں" اس نے کہا۔

"اپنے والد سے جا کر کہیں، سیٹھ رحمان اور اس کے سیکرٹری آئے ہیں"

"جی بہتر — آپ میرے ساتھ تشریف لائیے" لڑکے نے کہا، اور انہیں ایک چھوٹے سے کمرے میں بٹھا کر چلا گیا — اسی وقت ایک عورت کمرے کے سامنے سے گزری — جلد ہی وہ لڑکا پھر آیا — اس مرتبہ اس کے ساتھ ایک اور لڑکا تھا۔ پہلے نے آ کر کہا:

"آئیے جناب، ڈرائنگ روم میں چلیے — ابا جان وہیں ہیں۔ اور ہاں، یہ میرے بڑے بھائی محمود ہیں"

"اوہو، اچھا" انسپکٹر جمشید قدرے حیران ہو کر بولے۔ خان رحمان نے بھی ان دونوں کو گھور کر دیکھا۔

وہ اس کمرے سے نکلے ہی تھے کہ سامنے سے ایک لڑکی آتی

نظر آئی۔

"لیجیے، ہماری بہن سے بھی ملیے — یہ فرزانہ ہے۔"

انسپکٹر جمشید کے منہ سے پرزور انداز میں 'کیا' نکلتے نکلتے رہ گیا، لیکن خان رحمان خود پر قابو نہ پا سکے، پکار اٹھے:

"کیا؟"

"فرزانہ — ان کا نام فرزانہ ہے۔" انسپکٹر جمشید نے ایسے انداز میں کہا، جیسے خان رحمان اونچا سنتے ہوں۔ خان رحمان بھی فوراً سمجھ گئے اور بولے:

"اوہ، اچھا اچھا، سمجھ گیا۔"

ساتھ ہی وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے دیکھا، متناسب قدوقامت کا ایک شخص چہرے پر بے چین سی مسکراہٹ لیے بیٹھے تھے۔ انہیں دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور بولے:

"احساس جمیل، اور آپ کی تعریف؟" یہ کہتے ہوئے انہوں نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔

"یہ سیٹھ رحمان خان ہیں — ان کی افریقہ میں سونے کی ایک کان ہے اور یہاں بھی بے شمار زمینیں ہیں — میں ان کا سیکرٹری ہوں۔" انہوں نے تعارف کرایا اور اپنا نام گول کر گئے۔

"اوہو، سونے کی کان افریقہ میں۔" احساس جمیل کے منہ سے بے ساختہ انداز میں نکلا۔

"جی ہاں، اور اس سے سونا نکل رہا ہے۔" سیکرٹری صاحب نے کہا۔

"سیکرٹری صاحب: غیر ملکی سونے کی ہی بات کیے جائیں گے، یا کچھ ملکی سونے کی بھی کریں گے۔ ہماری زمینیں بھی تو سونا اُگل رہی ہیں۔" خان رحمان نے گویا بُرا مان کر کہا۔

"سچ، جی ہا، جی ہاں، اس میں کیا شک ہے — آپ جتنی زرخیز زمینیں تو کسی کی ہو ہی نہیں سکتیں۔"

"خیر، یہ فرمائیے، میرے ہاں تشریف لانے کی زحمت کس طرح گوارا کی۔"

"بات یہ ہے کہ سیٹھ صاحب کو آپ کی کوٹھی بہت اچھی لگی۔ اِدھر سے گزر رہے تھے، کہنے لگے، کس قدر پیاری کوٹھی ہے — کیوں نہ ذرا اسے اندر سے بھی دیکھتے چلیں، بس بات تو اتنی سی ہی تھی، لیکن اب شاید بات بڑھ گئی ہے۔" انسپکٹر جمشید پراسرار لہجے میں بولے:

"جی کیا فرمایا، بات بڑھ گئی ہے؟" احساس جمیل حیران رہ گیا۔

"جی ہاں، بات بڑھتے بھلا کیا دیر لگتی ہے — یہ بھی کوئی بات ہے۔" انہوں نے آنکھیں نکالیں۔

"میں سمجھا نہیں، آپ کیا کہنا چاہتے ہیں اور یہ آپ مجھے

آنکھیں کیوں دکھا رہے ہیں:" احساس جمیل نے بُرا سا منہ بنایا۔

"میں آپ کو آنکھیں دکھا نہیں رہا، میں تو آنکھیں نکال رہا ہوں ـــ یہ حیرت کے موقعے پر عام طور پر نکل آتی ہیں:" یہ کہتے وقت انسپکٹر جمشید دل ہی دل میں مسکرائے اور سوچنے لگے، اس وقت محمود، فاروق اور فرزانہ بھی ہوتے تو کتنا مزا آتا۔

"میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ بات بڑھ گئی ہے۔ سیٹھ صاحب کو کوٹھی بہت بھا گئی ہے اور ان کی خواہش ہے۔ اگرچہ یہ خواہش بُری سی لگتی ہے، لیکن مجبوری ہے ـــ بیان کیے بغیر چارہ نہیں۔ ہاں تو ان کی بُری سی خواہش یہ ہے کہ آپ کی یہ کوٹھی خریدیں:"

"جی، کیا فرمایا؟" احساس جمیل نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔

"کیا آپ بھی سیٹھ صاحب کی طرح اونچا سنتے ہیں؟" انسپکٹر جمشید حیران ہو کر بولے۔

"نن، نہیں تو ـــ کیا سیٹھ صاحب اونچا سنتے ہیں:"

"ہاں، لیکن اتنا بھی نہیں کہ چیخنا پڑے ـــ ہاں تو آپ کیا کہتے ہیں:"

"مجھے افسوس ہے، میرا اس کوٹھی کو فروخت کرنے کا کوئی ارادہ نہیں:"

"دیکھ لیں، سوچ لیں، سمجھ لیں ـــ سیٹھ صاحب آپ کو منہ مانگی

قیمت دے سکتے ہیں:"

"نہیں جناب، معاف کیجیے، میرے پاس بھی دولت کی کمی نہیں:" اس نے بُرا سا منہ بنایا۔

"سیٹھ صاحب آپ کو اس کوٹھی کے بیس لاکھ روپے دینے کے لیے تیار ہیں:"

"اوہ ــ" احساس جمیل نے چونک کر کہا ـــ ادھر خان رحمان دھک سے رہ گئے، کیونکہ یہ کوٹھی ان کے خیال میں دو تین لاکھ روپے کی ہو سکتی تھی، جب کہ انسپکٹر جمشید یک دم بیس لاکھ روپے کی پیش کش کر دی تھی۔ وہ اس خیال سے کانپ اٹھے کہ کہیں وہ مان نہ جائے، لیکن انہوں نے سُنا، احساس جمیل کہہ رہے تھے:

"نہیں جناب، مجھے افسوس ہے، میں اسے فروخت نہیں کر سکتا۔ کچھ دن بعد آئیے گا، اس وقت شاید میں اسے فروخت کرنا منظور کر لوں:"

"اچھی بات ہے، جیسے آپ کی مرضی ـــ ویسے سیٹھ صاحب آپ کو پچیس لاکھ روپے تک دینے پر آمادہ ہیں ـــ اب کیا خیال ہے:"

"وہی جو پہلا تھا۔ چند دن بعد ہی میں اسے فروخت کرنے کے بارے میں فیصلہ کر سکتا ہوں:"

"اچھا جناب، آپ غور کر لیجیے، ہم فون پر معلوم کریں گے۔"

اگر آپ دو چار لاکھ اور زیادہ طلب کریں تو سیٹھ صاحب اس سے بھی انکار نہیں کریں گے۔" انسپکٹر جمشید اٹھتے ہوئے بولے۔ خان رحمان بھی اٹھے تھے۔

"آپ فکر نہ کریں۔ اگر میں نے اس کوٹھی کو فروخت کرنے کا فیصلہ کیا تو آپ کے علاوہ اور کسی کے ہاتھوں فروخت نہیں کروں گا یہ میرا وعدہ ہے۔"

"اچھا، اپنا وعدہ یاد رکھیے گا۔"

"بالکل، یہ بھی کوئی بھولنے کی بات ہے۔" انہوں نے کہا اور وہ ان سے رخصت ہو کر باہر آ گئے۔ باہر کی فضا میں ایک لمبا سانس لیتے ہوئے خان رحمان نے کہا:

"یار جمشید، تم نے تو میری جان ہی نکال دی تھی۔ خدا نخواستہ اگر وہ سودا منظور کر لیتا تو؟"

"تو کیا، ہم کوٹھی خرید لیتے۔" وہ مسکرائے۔

"میرے خیال میں تو یہ کوٹھی تین لاکھ میں بھی مہنگی ہے۔"

"ابھی تمہیں اس کوٹھی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے نا، اس لیے یہ بات کہہ رہے ہو۔"

"اوہو، تو کیا اس کوٹھی میں کوئی خاص بات بھی ہے، تو پھر جلدی بتاؤ۔" خان رحمان بے چین ہو گئے۔

"ابھی مجھے خود بھی معلوم نہیں کہ اس کوٹھی میں کیا خاص

بات ہے۔ میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ انقلاب سے پہلے اس کوٹھی کی جگہ ایک بہت پرانا مکان تھا۔ وہ مکان پارسیوں کا تھا۔ انقلاب کے بعد پارسی تو چلے گئے، مکان ایک انگریز مسٹر چانگ کے قبضے میں آ گیا۔ اس نے صرف دس ہزار روپے میں وہ مکان ایک شخص سکندر شاہ کو بیچ دیا۔ سکندر شاہ بھی اس میں زیادہ عرصہ نہ رہا اور اسے پچاس ہزار روپے میں بیچ کر چلتا بنا۔ سکندر شاہ سے مکان میرے دوست ماجد غزنوی نے خریدا۔ ماجد غزنوی نے مکان کو مسمار کر کے ایک کوٹھی بنوالی، لیکن ماجد غزنوی بھی وہاں کچھ زیادہ عرصہ نہ ٹک سکا۔ اس نے گیارہ لاکھ روپے میں کوٹھی فروخت کر دی اور اپنے لیے دو لاکھ میں خریدی اور اس میں رہائش اختیار کر لی۔ اب کوٹھی احساس جمیل کے پاس ہے؛ گویا احساس جمیل نے کوٹھی گیارہ لاکھ روپے میں خریدی ہے، جب کہ تمہارے خیال میں یہ کوٹھی تین لاکھ روپے سے زیادہ کی نہیں ہو سکتی۔ آخر کیوں؟ ادھر میرا دوست ماجد غزنوی کوٹھی کی فروخت کو مجھ سے چھپائے رہا۔ آج میں نے فون پر پوچھا تو اس کی آواز سے گھبراہٹ جھانکنے لگی۔ ملاقات کی تو بھی اس نے کوئی صاف بات نہیں بتائی۔ ہاں، یہ ضرور بتایا کہ اس نے کوٹھی تین لاکھ روپے میں فروخت کی اور اپنے لیے دو لاکھ میں خریدی، لیکن یہ سفید جھوٹ ہے۔ کاغذات سے ثابت ہے کہ اس نے کوٹھی گیارہ لاکھ روپے میں فروخت کی اور اپنے لیے دو

لاکھ میں خریدی۔ آخر ماجد غزنوی کو مجھ سے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔" یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔

"حیرت انگیز بات ہے اور ادھر یہ شخص، یعنی احساس جمیل بھی کوٹھی کسی قیمت پر بیچنے کو تیار نہیں۔ آخر اس میں ایسے کیا لعل جڑے ہیں۔ یا سرخاب کے پر لگے ہیں۔"

"یہی تو ہم جاننا چاہتے ہیں، لیکن اس سلسلے میں محمود، فاروق اور فرزانہ سے گفت گو بہت ضروری ہے۔ یہ معاملہ دراصل ان سے شروع ہوا ہے اور وہ شاید گھر پہنچ چکے ہیں، کیوں نہ پہلے ان سے مل لیں اور پھر کوئی قدم اٹھائیں۔"

"جیسے تمہاری مرضی، مجھے تو تم جہنم میں بھی لے چلو تو انکار نہیں کروں گا۔" خان رحمان مسکرائے۔

"نہیں خان رحمان، جہنم سے خدا محفوظ فرمائے۔ وہ بدترین جگہ ہے۔"

"اب جب کہ ماجد غزنوی کا جھوٹ پکڑا جا چکا ہے، تم اس سے پوچھ سکتے ہو— اس نے یہ جھوٹ کیوں بولا۔"

"ہاں، میں اس سے ضرور پوچھوں گا۔" وہ بولے۔

دونوں گھر پہنچے— دروازہ بیگم جمشید نے کھولا— یہ دیکھ کر انسپکٹر جمشید ٹھٹک گئے۔

"تت، تو کیا وہ ابھی تک واپس نہیں آئے۔"

"جی نہیں، کیوں کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے؟"

"پتا نہیں، گڑبڑ ہے یا نہیں— بہرحال وہ جہاں گئے تھے اب وہاں نہیں ہیں۔"

"حیرت ہے، وہاں سے وہ سیدھے ادھر کیوں نہیں آئے— کہا تو انہوں نے یہی تھا۔ ارے، ہم نے تو دروازے پر ہی باتیں شروع کر دیں۔ بھائی جان کیا خیال کریں گے۔" انہوں نے خان رحمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"جمشید کی صحبت نے خیال کرنے کی عادت ختم کر دی ہے۔" خان رحمان بولے۔

"وہ تو نہ جانے کب پہنچیں۔ کیوں نہ ہم پہلے ماجد غزنوی سے ملاقات کر لیں۔"

"ٹھیک ہے، جیسے تمہاری مرضی۔" انہوں نے کندھے اچکائے۔

"اچھا بیگم، محمود، فاروق اور فرزانہ اگر آئیں تو انہیں گھر میں ہی روک لینا، ہم جلد ہی واپس آ رہے ہیں۔"

"اور، وہ چائے، جو ٹھنڈی ہو رہی ہے۔"

"اس کا کیا ہے، اسے تو ٹھنڈی ہونے کی عادت سی پڑ گئی ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے اور بیگم جمشید نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

انسپکٹر جمشید نے ماجد غزنوی کی کوٹھی کے دروازے کی گھنٹی بجائی۔

تقریباً تین سیکنڈ بعد دروازہ کھلا اور ماجد غزنوی کی صورت دکھائی دی۔

"اوہو، آپ پھر آگئے۔ ان کی تعریف؟" انہوں نے خان رحمان کی طرف دیکھا۔

"یہ میرے گہرے دوست خان رحمان ہیں" وہ بولے۔ دونوں نے ہاتھ ملایا، پھر تینوں ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ گئے۔

"ماجد، آپ میرے بچپن کے دوست ہیں۔ آپ مجھ پر بھروسا کر سکتے ہیں"

"کیا مطلب، آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"یہ کہ آپ نے اپنی سابقہ کوٹھی تین لاکھ میں نہیں، گیارہ لاکھ روپے میں فروخت کی تھی"

"نہیں" ماجد غزنوی کے منہ سے چیخنے کے انداز میں نکلا اور پھر اس کا رنگ سیاہ پڑ گیا۔

تحفہ

"لیکن بھئی، سوال یہ ہے کہ کسی کو ہمارا تعاقب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ گڑیا کا قتل ایسا کوئی سنگین معاملہ تو ہے نہیں" فرزانہ کے لہجے میں حیرت در آئی۔

"اب یہ تو تعاقب کرنے والا ہی بتائے گا کہ اسے کیا ضرورت پڑ گئی تعاقب کرنے کی" فاروق نے بُرا سا منہ بنایا۔

"تو میں بھی تو تم سے نہیں پوچھ رہی" فرزانہ جھنا اٹھی۔

"تو کیا ہوا سے پوچھ رہی ہو؟" فاروق نے بھی تڑ سے کہا۔

"میرے اور تمہارے ساتھ اس وقت محمود بھی ہے اور محمود کے ہوتے میں تم سے کوئی بات پوچھ ہی نہیں سکتی" فرزانہ نے اسے گھورا۔ وہ اس وقت محمود کے موٹر سائیکل پر تھی۔

"کیوں فرزانہ، کیا تمہارے خیال میں فاروق تمہاری باتوں کا جواب دے ہی نہیں سکتا" محمود ہنسا۔

"میں کیا جانوں، دے سکتا ہے یا نہیں۔ مجھے اس کے جواب کی

ضرورت ہی نہیں ہے۔" فرزانہ کا انداز غصہ دلانے والا تھا۔

"میں اس وقت موٹر سائیکل پر بیٹھا ہوں۔ مجھے غصہ دلانے کا انجام بھیانک بھی ہو سکتا ہے۔"

"دھت تیرے کی۔ سڑک پر بھی لڑنے لگے۔" محمود نے جھلا کر کہا۔ چونکہ ہاتھ موٹر سائیکل کے ہینڈل پر جمے تھے، اس لیے ران پر ہاتھ نہ مار سکا۔

"ران پر ہاتھ ادھار رہا۔" فاروق فوراً بولا۔

اچانک سفید کار کی رفتار بڑھ گئی۔ اسی وقت چوک آ گیا اور سرخ بتی ان کا منہ چڑانے لگی۔

"ہیلو۔" سفید کار ان کے قریب آ کر رک گئی تو اس میں سے ایک آدمی نے منہ نکال کر کہا۔

"وعلیکم ہیلو۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"ہم تم سے ایک سودا کرنا چاہتے ہیں۔ اگر منظور ہو تو ہمارے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ منظور نہ ہو تو یہیں سے واپس مڑ جاؤ۔ تمہارے ڈیڈی تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

"تمہیں کس طرح معلوم ہوا کہ وہ ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔ انہیں ہمارا انتظار کرنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی۔" فاروق نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔ کار میں بس ایک ہی آدمی تھا اور یہ بہت پتلا دبلا اور تنگ منک سا غیر ملکی تھا۔ آنکھیں بھی نیلگوں سی تھیں۔ ادھیڑ عمر کا

لگتا تھا۔

"یہ میرا اندازہ ہے، جو غلط نہیں ہو سکتا۔ چاہو تو فون کر کے معلوم کر لو۔"

تینوں سوچ میں ڈوب گئے۔ یہ آدمی انہیں کچھ عجیب سا لگا تھا۔ آخر محمود نے فیصلہ کن لہجے میں کہا:

"سوال یہ ہے کہ ہم سے سودا کیسا کرنا چاہتے ہیں آپ؟"

"یہ باتیں بیٹھ کر کرنے کی ہیں۔"

"اچھا تو چلیے، ہم آپ کے پیچھے آ رہے ہیں، بیٹھنے کے لیے جو جگہ مناسب نظر آئے، رک جائیے گا۔" محمود بولا۔

"بہت بہت شکریہ۔"

اسی وقت اشارا کھل گیا اور وہ لوگ آگے بڑھے، پھر دائیں طرف والی سڑک پر مڑ گئے۔ اس سڑک پر وہ پہلے کبھی نہیں گئے تھے، لہذا نہیں جانتے تھے کہ یہ سڑک انہیں کہاں لے جائے گی۔ وہ سفید کار کے پیچھے تقریباً دس منٹ تک چلتے رہے۔ یہاں تک کہ کار ایک بڑی سی عمارت کے سامنے رک گئی۔ اس عمارت میں بے شمار کمرے تھے۔ سفید کار والا نیچے اترا اور عمارت میں داخل ہو گیا۔ انہوں نے بھی موٹر سائیکلیں کھڑی کیں اور اس کے پیچھے سیڑھیاں چڑھتے اوپر پہنچ گئے۔ تیسری منزل کے ایک کمرے کے دروازے پر لگا تالا کھولتے ہوئے وہ اندر داخل ہو گیا۔

"آؤ بھئی۔" اس نے نرم گرم آواز میں کہا۔

تینوں کمرے میں داخل ہوئے۔ یہاں ہر چیز ترتیب سے رکھی ہوئی تھی۔ لحافوں والا ایک بڑا سا ٹرنک بھی موجود تھا۔ اس ٹرنک کو دیکھ کر وہ حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

"کیا آپ یہاں بال بچوں کے ساتھ رہتے ہیں؟"

"نہیں، میرے پاس اس عمارت کے صرف دو کمرے ہیں۔ اس عمارت کے تمام کمرے کرائے پر دیے جاتے ہیں۔"

"اگر آپ بال بچوں سمیت نہیں رہتے تو پھر لحافوں والے ٹرنک کی یہاں کیا ضرورت ہے۔ یوں بھی ان دنوں گرمی کا موسم ہے۔"

"اس میں میں اپنا ضروری سامان رکھتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"آپ نے اپنا نام نہیں بتایا۔" فرزانہ نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"اوہ ہاں، مجھے برمن کہتے ہیں۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"یہ برمن تو کچھ جرمن سے ملتا جلتا نام ہے۔" فاروق بول اٹھا۔ برمن نے اسے گھور کر دیکھا اور پھر بولا:

"اور تم تینوں کے نام میں جانتا ہوں۔"

"آپ سڑک پر کسی سودے کی بات کر رہے تھے۔"

"ہاں، بالکل کر رہا تھا۔ تم لوگوں کو چند منٹ تک انتظار کرنا ہوگا، اس کے بعد میں سودے کی بات کروں گا۔" اس نے پُر اسرار

لہجے میں کہا۔

"چند منٹ انتظار کیوں کرنا پڑے گا، پہلے تو یہ بتائیے۔" فرزانہ کے لہجے میں الجھن جھلکنے لگی۔

"سودے کی تفصیل میرا سیکرٹری بتائے گا۔ وہ ابھی آنے والا ہی ہے۔"

"سوری، ہم ایسا پُر اسرار سودا کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ہم چلتے ہیں۔" فرزانہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ محمود نے اس کی طرف گھور کر دیکھا اور حیران رہ گیا۔ اس نے فرزانہ کی آنکھوں میں خوف صاف دیکھا تھا؛ حالانکہ فرزانہ بہت ہی کم موقعوں پر خوف زدہ نظر آیا کرتی تھی؛ چنانچہ اس نے بھی اٹھنے میں تیزی دکھائی۔ اب فاروق کو بھی اٹھنا پڑا۔

"ارے ارے، یہ کیا۔ اتنی دور سے میرے ساتھ یہاں تک آئے ہو، اب بات کرتے ہی جاؤ تو بہتر ہے۔"

"سوری، ہم یہاں بات نہیں کریں گے۔ کسی ہوٹل یا ریسٹوران میں بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں۔ ویسے مجھے احساس ہو رہا ہے کہ ہمارے درمیان کبھی کوئی سودا طے نہیں پا سکتا۔" فرزانہ نے سرد آواز میں کہا۔

"یہ محض تمہارا خیال ہے؛ حالانکہ ہمارے درمیان سودا نہایت تیزی سے طے پا سکتا ہے۔" برمن بولا۔

"نہیں، ہم باہر چل کر ایک ریسٹوران میں بیٹھ رہے ہیں۔ آپ کو بات کرنے کی ضرورت ہے تو وہیں آجائیے گا۔"

تینوں دروازے کی طرف مڑے۔ ابھی محمود نے دروازہ کھولنے کے لیے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ وہ کھل گیا۔ انہوں نے دیکھا، چار لمبے تڑنگے، بڑی بڑی اور خوف ناک قسم کی مونچھوں والے نوجوان کھڑے تھے۔ ان کے چہروں پر شیطانی مسکراہٹیں ناچ رہی تھیں۔

"ہمیں دیر تو نہیں ہوگئی سر؟" ان میں سے ایک نے کہا۔

"نہیں جابر، تم ٹھیک وقت پر آئے۔ ابھی میں ان لوگوں کو سودے کی تفصیل نہیں بتا سکا۔ یہ سننے کے موڈ میں بھی نہیں تھے — میرا خیال ہے، انہیں موڈ میں لانا پڑے گا۔"

"تو ٹھیک ہے، لے آتے ہیں موڈ میں۔"

"کیا مطلب؟" محمود نے تلملائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تم لوگوں کے لیے بہتر یہی ہوگا کہ اطمینان سے بیٹھ کر ہماری بات سن لو۔ اس کے بعد جو تمہارا فیصلہ ہو، ہمیں بتا دو۔" برمن نے کہا۔

"کیا تم لوگ دھمکی دے رہے ہو؟" محمود پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا۔

"دھمکی؟ نہیں تو، یہ تو دوستانہ مشورہ ہے۔ دھمکی تو ہماری بہت مختلف قسم کی ہوتی ہے۔" جابر ہنسا۔

"خیر بتاؤ، تم ہم لوگوں سے کیا سودا کرنا چاہتے ہو؟"

"کوٹھی نمبر ۱۱۳ گلشن روڈ کے کسی معاملے میں دخل نہ دو۔" برمن بولا۔

"اور کچھ؟" فرزانہ نے سوالیہ لہجے میں کہا۔

"بس، ہم تم سے صرف یہی چاہتے ہیں۔ اس کے لیے تم جو بھی معاوضہ چاہو، دینے کے لیے تیار ہیں۔"

"پہلے تو یہ بتائیں، گڑیا کو کس نے قتل کیا ہے؟"

"گڑیا کو قتل، یہ — یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"احساس جمیل کی کوٹھی میں، بلکہ ان کے کمرے کے آتش دان پر ایک گڑیا رکھی رہتی تھی۔ آج کسی نے ایک چاقو اس کے پیٹ میں اتار دیا۔ گڑیا کے پیٹ سے خون بھی نکلا — آخر کسی کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"یہ ہمارے لیے حیرت انگیز خبر ہے — تم لوگوں کو یہ خبر کس نے دی تھی؟" برمن نے کہا۔

"اس بات کو چھوڑیے، ہماری بات گول کرنے کی کوشش نہ کیجیے۔" فاروق نے جھلا کر کہا۔

"تب پھر، میرا جواب یہی ہے کہ ہمیں نہیں معلوم، گڑیا کو کس نے قتل کیا ہے۔ شاید یہ شرارت احساس جمیل کے بچوں کی ہے۔"

"اچھا خیر، اب یہ بتائیے، آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟" فرزانہ

نے تنگ آکر کہا۔

"وہ بتا تو دیا ہے۔ احساس جمیل کی کوٹھی کے کسی معاملے میں دخل نہ دو۔ اس کے لیے تم جو کہو، ہم دینے کے لیے تیار ہیں۔"

"تم لوگوں کا کوٹھی نمبر ۱۱۳ سے کیا تعلق ہے؟"

"اس بات کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔"

"تو پھر، کس بات کا جواب ___ دیا جا سکتا ہے، بتا دو، ہم وہی پوچھ لیتے ہیں۔" فاروق نے جل بھن کر کہا۔

"جابر، دوسرے کمرے سے ان کے لیے تحفہ لے آؤ۔ شاید وہ تحفہ پا کر ہماری بات مان لیں۔"

"ہمیں لالچ نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ ہم سرے سے لالچی نہیں ہیں اور ہم نے پرائمری کلاسز میں پڑھ رکھا ہے، بلکہ رٹ رکھا ہے کہ لالچ بُری بلا ہے۔ اس صورت میں ہم لالچ کس طرح کر سکتے ہیں۔"

جابر کمرے سے نکل گیا ___ ان کی حیرت بڑھتی جا رہی تھی۔ ابھی تک اس معاملے کا سر پیر ان کی سمجھ میں قطعاً نہیں آ رہا تھا۔ صبح کے وقت احساس جمیل کے بچوں نے انہیں فون کر کے اپنے گھر بلایا تھا۔ یہ کہہ کر کہ ان کے گھر میں ایک عدد قتل ہو گیا ہے، وہاں انہیں ایک گڑیا مقتول نظر آئی تھی، پھر جب وہ وہاں سے نکلے تو محمد حسین آزاد کو نگرانی کرتے دیکھ کر انہیں بہت حیرت ہوئی تھی ___ ادھر احساس جمیل اور اس کے ملازم غفور بھولا میں سے

ایک ضرور جھوٹ بول رہا تھا اور اب یہ لوگ کہہ رہے تھے کہ کوٹھی نمبر ۱۱۳ کے کسی معاملے میں دخل نہ دیں اور اس کے لیے انہیں تحفہ بھی دینے والے تھے۔ یہ سب باتیں مل کر انہیں حد درجے بے چین کیے دے رہی تھیں۔

"اگر آپ ہمیں یہ بتا دیں کہ کوٹھی نمبر ۱۱۳ کا معاملہ ہے کیا، تو ہم آپ کی پیش کش پر غور کرنے کا وعدہ کرتے ہیں۔" محمود نے کچھ سوچ کر کہا۔

"بھئی، یہ تو بہت لمبی پیش کش ہے اور ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔" برمن مسکرا دیا ___ اتنے میں جابر واپس آ گیا ___ اس کے ہاتھوں میں ایک سنہری ڈبا تھا۔

"یہ لو، کھول کر دیکھ لو۔"

"خود ہی کھول کر دکھا دو ___ اگر اس میں ہیرے جواہرات ہوئے تو بھی ہمارے لیے کشش کا باعث نہیں ہوں گے۔"

"خیر، میں ہی کھول کر دکھا دیتا ہوں۔" اس نے کہا اور ڈبے کا بٹن دبا دیا ___ ڈھکنا اس طرح کھلا جیسے سپرنگ لگے ہوں۔ دوسرے ہی لمحے تینوں کے منہ سے چیخ نکل گئی ___ اندر سے سفید گہرا دھواں اس طرح نکلا تھا، جیسے ٹھوک ٹھوک کر بھرا گیا ہو ___ دوسرے ہی لمحے وہ تیورا کر گرے اور بے ہوش ہو گئے ___ ہوش آیا تو کوئی کہہ رہا تھا:

"ہم غداری کی سزا ضرور دیا کرتے ہیں۔ تمہیں خبردار کر دیا گیا تھا، پھر بھی تم نے ان لوگوں کو اپنے گھر بلا لیا۔"

انہوں نے صاف محسوس کیا کہ آواز برمن کی تھی۔ ساتھ ہی انہوں نے احساس جمیل کی گڑگڑاتی آواز سُنی:

"نن، نہیں، نہیں — ان لوگوں کو میں نے نہیں بلایا۔"

○

ماجد غزنوی کے منہ سے اس قدر پُرزور 'نہیں' نے انہیں حیرت میں ڈال دیا، کیونکہ ان کے پاس تو تحریری ثبوت موجود تھا۔

"نہیں، نہیں سے آپ کا مطلب — کیا آپ اس بات سے انکار کرتے ہیں؟"

"ہاں، میں نے وہ کوٹھی گیارہ لاکھ میں نہیں، صرف تین لاکھ میں فروخت کی تھی اور یہ کوٹھی دو لاکھ میں خریدی ہے۔"

"لیکن کاغذات کہہ رہے ہیں کہ آپ کا یہ بیان بالکل غلط ہے۔"

"ہاں، میں جانتا ہوں، کاغذات کی رو سے میں غلط کہہ رہا ہوں، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ کاغذات جھوٹے ہیں۔"

"کیا فرمایا، کاغذات جھوٹے ہیں؟"

"جی ہاں، آپ کو یہ بات ضرور عجیب لگے گی، کیونکہ عدالتیں بھی صرف اور صرف تحریر کو تسلیم کرتی ہیں اور زبانی باتوں کو جھٹلا دیتی ہیں۔ ان حالات میں میرا یہ کہنا کہ کاغذات جھوٹے ہیں، بہت عجیب و غریب بات ہے، لیکن غلط نہیں ہے۔"

"ماجد صاحب، آخر آپ سچ سچ کیوں نہیں بتا دیتے۔"

"مجھے افسوس ہے، بتانے کے لیے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ میں نے وہ کوٹھی تین لاکھ روپے میں فروخت کی تھی اور اپنی یہ کوٹھی دو لاکھ میں خریدی ہے۔ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ میں نے اسے گیارہ لاکھ میں فروخت کیا اور اسے دو لاکھ میں خریدا تو یہی سہی۔ اس طرح بھی میں قانون کی گرفت میں تو آتا نہیں۔"

"گویا آپ میری مدد نہیں کرنا چاہتے، اپنے بچپن کے دوست کی الجھن کو دُور نہیں کریں گے —" انسپکٹر جمشید نے شکایت بھرے لہجے میں کہا۔

"کوئی بات ہو تو بتاؤں بھی — فروخت کے کاغذات پر میں نے صرف دستخط کیے تھے، انہیں پڑھ کر نہیں دیکھا تھا اور رقم وصول کر لی تھی — یہ بات مجھے آپ کی زبانی معلوم ہوئی کہ انہوں نے کاغذات گیارہ لاکھ کے تیار کرائے تھے۔"

"ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے آپ جھوٹ پر جھوٹ بول رہے

ہیں۔ اچھا خیر، یہ بتائیے، آپ کی اس کوٹھی کا مالک کون تھا؟"

"احساس جمیل۔" انہوں نے کہا۔

"کیا؟" انسپکٹر جمشید حیرت زدہ رہ گئے۔

خطرے میں

انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔ جسم بُری طرح دکھ رہے تھے۔ آنکھیں کھولنے کے بھی تھوڑی دیر بعد انہیں احساس ہو سکا کہ انہیں تو رسیوں سے بری طرح جکڑ دیا گیا ہے۔ ان کے ہاتھ اور پیر کمر سے باندھ دیے گئے تھے اور منہ میں رومال ٹھنسے ہوئے تھے؛ گویا یہ گٹھڑیوں کی طرح پڑے تھے۔ بس کان اور آنکھیں کھلی تھیں۔ وہ ان کی مدد سے کمرے میں ہونے والی گفتگو سن سکتے تھے کہ وہ ابھی تک اسی عمارت میں ہیں، جہاں انہیں سوداطے کرنے کے لیے لایا گیا تھا اور پھر ایک عجیب تحفہ پیش کیا گیا تھا۔ انہوں نے سُنا، برمن کہہ رہا تھا:

"اگر تم نے ان لوگوں کو نہیں بلایا تو پھر کس نے بلایا ہے؟"

"مم، میرے بچوں نے۔" احساس جمیل ہکلایا۔

محمود، فاروق اور فرزانہ نے گردنیں گھما کر دیکھا۔ احساس جمیل ایک کرسی کے ساتھ بندھا نظر آیا۔ گویا یہ لوگ اسے بھی پکڑ لائے

تھے۔"

"لیکن کیوں، انہیں کیا ضرورت تھی، ان لوگوں کو بلانے کی۔"
برمن چیخ پڑا۔

"میں اور بیگم رات ایک شادی میں شرکت کے لیے گئے تھے۔
صبح انہوں نے آتش دان پر رکھی گڑیا کے پیٹ میں ایک چاقو
دھنسا دیکھا۔ یہی نہیں، آتش دان پر کچھ خون بھی پھیلا ہوا تھا۔
گڑیا کے پیٹ پر چاقو لگنے کی جگہ بھی خون لگا نظر آ رہا تھا، گویا
خون گڑیا کے پیٹ سے نکل کر آتش دان پر بہہ گیا تھا۔ تینوں یہ
دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے۔ جاسوسی ناول پڑھنے کے تینوں بہت
شوقین ہیں۔ ان لوگوں کے بارے میں بھی اخبارات کھنگالتے رہتے
ہیں، لہٰذا پہلی بات جو ان کے ذہن میں آئی، وہ یہ تھی کہ کیوں نہ
اس موقع پر انہیں بلایا جائے۔ اس طرح یہ لوگ وہاں آئے۔ ہم
ان کے آنے کے کافی دیر بعد گھر پہنچے تھے۔ آپ ہی بتائیے اس
میں میرا کیا قصور؟"

"اگر یہ بیان سو فی صد درست ہے تو واقعی تمہارا بیان درست
ہے، لیکن سوال تو یہ ہے کہ گڑیا کے پیٹ میں کسی کو چاقو گھونپنے
کی کیا ضرورت تھی اور یہ کیا کس نے؟"

"افسوس، میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"تب پھر یہ کام ضرور تمہارے بچوں کا ہے۔" برمن بولا۔

"لیکن انہیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔" احساس جمیل نے کہا۔

"یہ تو وہی بتائیں گے، شاید وہ کوئی جاسوسی کھیل کھیلنا چاہتے
تھے۔ خیر ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔ جابر روانہ ہو جاؤ۔"

"جی بہتر۔"

"آپ۔ آپ ان لوگوں کو کہاں بھیج رہے ہیں؟"

"تمہارے گھر۔" برمن ہنسا۔

"لل، لیکن کس لیے؟"

"تمہارے بچوں کو لانے کے لیے، تاکہ معلوم ہو، انہوں نے یہ
جاسوسی کھیل کیوں کھیلا ہے۔"

"نن۔ نہیں۔ نہیں۔ انہیں یہاں نہ بلاؤ۔ وہ، وہ بے گناہ ہیں۔
جابر کو روک لیں۔ جابر، رک جاؤ جابر۔ انہیں لانے کی ضرورت
نہیں۔" اس کی آواز کمرے کی دیواروں سے ٹکرا کر رہ گئی۔ جابر تو
اپنے ساتھیوں کو لے کر جا بھی چکا تھا اور اس کے کانوں تک اب اس
کی آوازیں نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ پہنچ بھی جاتیں، تب بھی نہ رکتا۔
کیونکہ وہ اس کا نہیں، برمن کا آدمی تھا۔ کمرے میں موت کا سناٹا
طاری ہو گیا۔ ایسے میں محمود، فاروق اور فرزانہ ادھر ادھر لڑھکنے لگے:
گویا وہ احتجاج کر رہے تھے کہ انہیں کیوں باندھا گیا ہے اور اگر
باندھا ہی گیا ہے تو کم از کم ان کے منہ تو کھول دیے جائیں، تاکہ وہ
بات چیت کر سکیں۔ ان میں ہل جل کے آثار دیکھ کر برمن ان کی طرف

متوجہ ہو گیا اور ہنس کر بولا:

"کیوں بھئی، خیر تو ہے — اوہ، یہ چاہتے ہو کہ تمہیں کھول دوں۔ نہیں بھئی، یہ تو نہیں ہوگا — میں تم لوگوں کی چالاکیوں سے خوب واقف ہوں۔ تم ضرور جُل دے جاؤ گے اور پھر مجھ پر ہنسو گے۔ مجھے وہ لوگ بالکل پسند نہیں آتے جو مجھ پر ہنستے ہیں، لہذا میں تمہیں کھول کر اپنے اوپر ہنسنے والوں کی تعداد میں اضافہ نہیں کروں گا — اوہ سمجھا، تم لوگ یہ کہنا چاہتے ہو کہ کم از کم تمہارے منہ تو کھول دیئے جائیں — خیر بھئی، تمہارا یہ مطالبہ مانے لیتا ہوں، لیکن یاد رکھو، اگر شور مچانے کی کوشش کی تو پھر بہت بُری طرح پیش آؤں گا۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا اور ان کے چہروں پر سے رومال کھول دیے۔

"خدا کا شکر ہے، ہم بولنے کے قابل تو ہوئے۔ برمن صاحب، آپ جیسے رحم دل مجرم میں نے بہت کم دیکھے ہوں گے۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"ابھی کیا ہے، ابھی تو اور دیکھو گے۔"

"شکریہ برمن صاحب، آپ کی تو پہلے ہی بہت عنایات ہیں ہم پر۔" منہ کھلتے ہی فرزانہ بولی — آخر میں محمود کی باری آئی۔ جونہی اس کا منہ کھلا، وہ بول اٹھا:

"اف توبہ، میرا تو دم گھٹ چلا تھا — یوں لگتا تھا، جیسے زبان قید

کر دی گئی ہے۔"

"حالانکہ یہ احساس تو صرف مجھے ہونا چاہیے تھا۔" فاروق نے جلدی سے کہا، پھر احساس جمیل کی طرف دیکھنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا:

"احساس صاحب کچھ احساس کریں، یہ آپ نے ہمیں کس مصیبت میں مبتلا کروا دیا ہے — آخر یہ چکر کیا ہے۔ آپ کا ان لوگوں سے تعلق کیا ہے، بتا سکتے ہیں آپ؟"

"برمن صاحب سے پوچھ لیجیے۔ میں تو پہلے ہی مشکل میں ہوں۔" انہوں نے کانپ کر کہا۔

"کیوں مسٹر برمن، آپ کچھ بتائیں گے۔"

"اسی لیے میں تمہارے منہ کھولنے کے حق میں نہیں تھا۔ میں جانتا تھا، تم دماغ چاٹو گے۔"

"اچھا اچھا، رہنے دیجیے — اب ہم کچھ نہیں پوچھیں گے۔" فاروق گھبرا کر بولا — محمود اور فرزانہ اس حالت میں بھی بے ساختہ مسکرا دیے۔

پندرہ منٹ بعد جابر اور اس کے ساتھی احساس جمیل کے بچوں کو لے کر اندر داخل ہوئے۔ تینوں اندر کا منظر دیکھ کر بوکھلے رہ گئے۔ پہلے ان کی نظریں ان تینوں پر پڑی تھیں، پھر جونہی باپ پر نظریں پڑیں — وہ تھر تھر کانپنے لگے۔

"ابا جان — یہ — یہ کیا؟"

"میں نہیں جانتا، یہ کیا ہے — یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے۔"

"ہمارا کیا دھرا، کیا مطلب ؟" بڑے لڑکے نے حیران ہوکر کہا۔

"مطلب یہ کہ تم نے فون کرکے ان تینوں کو کیوں بلایا تھا آخر ایسی کیا قیامت آگئی تھی۔ گڑیا کے پیٹ میں چاقو ہی دیکھا تھا نا تم نے ۔ ان لوگوں کو بلانے کی وجہ سے یہ مصیبت ہم پر نازل ہوئی ۔" احساس جمیل تلملائے ہوئے لہجے میں بولے ۔

"لیکن کیوں ؟" بڑا لڑکا حیران ہوکر بولا ۔

"آپس میں بات چیت پھر کرتے رہنا، پہلے مجھ سے دو دو باتیں کرلو۔ یہ بتاؤ، تم نے گڑیا کے پیٹ میں چاقو کیوں گھونپا تھا ۔" برمن ان کی طرف مڑا ۔

"تم کون ہو ؟"

"لڑکے، تمیز سے بات کرو، یہ ہمارے باس ہیں ۔" جابر غرایا ۔

"اوہ سمجھا، جس قسم کے باس جاسوسی ناولوں میں ہوتے ہیں ۔"

"ہاں، اپنے دلوں کی تسلی کے لیے تم یہی سمجھ لو۔ تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا ۔"

"چاقو ہم نے نہیں گھونپا تھا ۔" بڑا لڑکا بولا ۔

"تو پھر کس نے گھونپا تھا ؟" برمن نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ہم نہیں جانتے، گھر میں صرف چار آدمی داخل ہوئے تھے ۔ انکل فرمان راؤ، ابا جان کے دوست ۔ راجہ سلطان، ابا جان کے مینیجر ۔ غفور بھولا، سابقہ ملازم اور جامو مالی ۔ ان میں سے کسی ایک نے

ایسا کیا ہے ۔"

"لیکن اس کسی ایک کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟" برمن نے جھلا کر کہا ۔

"ہم کیا کہہ سکتے ہیں، یہ تو آپ اس کسی ایک سے ہی پوچھیے ۔"

"واہ، اچھا جواب ہے، بلکہ ٹکا سا جواب کہہ سکتے ہیں ہم اسے ۔" فاروق نے خوش ہوکر کہا ۔

"خیر، ہم اس بحث میں نہیں پڑیں گے ۔ ہماری طرف سے چاقو کسی نے بھی گھونپا ہو۔ انسپکٹر جمشید کے بچے صرف تم لوگوں کی وجہ سے تمہارے گھر آئے ہیں، لہذا سزا بھی تم لوگ ہی بھگتو گے ۔ میرا خیال ہے جابر، اب ہمیں اپنے پروگرام پر عمل شروع کردینا چاہیے ۔ اب ہم سب کام احساس جمیل کی مدد کے بغیر ہی کریں گے ۔"

"تت، تو کیا باس، آپ ان لوگوں کو یہیں چھوڑ جائیں گے ؟ یہ تو غلط ہوگا ۔"

"ٹھیک ہے، ہم ان لوگوں کو بھی ساتھ لے چلیں گے ۔" برمن نے فیصلہ کن لہجے میں کہا ۔ "چلو اس بڑے ٹرنک کو کھولو ۔"

"کک، کیا مطلب ؟" احساس جمیل ہکلایا ۔

"تم لوگ اس میں نہایت آسانی سے سما جاؤ گے ۔"

"لل، لیکن مسٹر برمن ہم نے کیا کیا ہے ؟" احساس جمیل چیخ پڑا ۔ اس کا رنگ سفید ہوگیا تھا ۔

"کچھ کیا ہے یا نہیں — ہمارے راستے کی رکاوٹ ضرور بن سکتے ہو۔ خاص طور پر یہ تمین شیطان" اس نے ان کی طرف اشارا کیا۔

"لو بھئی، خطاب وصول کرو" فاروق چہک کر بولا۔

جابر اور اس کے ساتھیوں نے لحافوں والے ٹرنک کا دروازہ کھول دیا اور برمن کی طرف مڑے۔

"پہلے تو ان لوگوں کے منہ بند کرو اور رومال اوپر سے باندھ دو"

"لیکن ان کے منہ تو ——— بندھے ہی تھے، کھل کس طرح گئے؟" جابر نے حیران ہو کر کہا۔

"میں نے ذرا بات چیت کی مہلت دی تھی انہیں"

ان کے منہ باندھے جانے لگے، پھر احسان جمیل کی باری آئی۔ وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ اس کے بعد اس کے تینوں بچوں کو باندھا گیا۔

"ٹرنک کے نیچے اگر پہیے نہ لگے ہوتے تو نیچے تک لے جانا بہت مشکل ہوتا اور گاڑی پر رکھنا اور بھی مشکل" برمن بولا۔

"گاڑی پر رکھنے میں تو اب بھی مشکل پیش آئے گی" جابر نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"نہیں، راہگیروں سے مدد لے لیں گے، فکر نہ کرو۔ ہم یہ عمارت چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ اس ٹرنک میں گھر کا سامان بھرا ہوا ہے ——— کیا سمجھے؟"

"جی، بالکل سمجھ گئے"

باندھنے کے بعد انہوں نے ایک ایک کو اٹھا کر بے دردی سے ٹرنک میں پھینکنا شروع کیا۔ کوئی کسی پر گرا تو کوئی ٹرنک پر۔ غرض ہر ایک کو کم و بیش چوٹ ضرور آئی — ان پر شدید غصہ سوار ہو گیا، لیکن وہ کر ہی کیا سکتے تھے۔

"ارے، کہیں ان کے دم نہ گھٹ جائیں" جابر کی چونکی ہوئی آواز سنائی دی۔

"گھٹتے ہیں تو گھٹ جائیں، انہیں زندہ رہنا بھی نہیں چاہیے؛ تاہم اگر یہ زندہ بچ گئے تو ہمیں بھی ان کے خون سے ہاتھ رنگنے کی ضرورت نہیں"

ان الفاظ کے ساتھ ہی ٹرنک کا ڈھکنا گرا دیا گیا اور انہیں اپنے دم گھٹتے محسوس ہوئے حالانکہ ابھی اس میں کافی آکسیجن موجود تھی۔ یوں بھی ٹرنک بالکل ہوا بند تو تھا نہیں، پھر ٹرنک لڑھکنے لگا اور وہ گڈمڈ ہونے لگے — ایک دوسرے کے اوپر گرنے لگے۔ عجیب بے بسی کا عالم تھا اور اوپر سے گھپ اندھیرا بھی تھا۔ کچھ بھی تو نہیں کر سکتے تھے۔ ہاں، اس مصیبت سے نجات کی دعا ضرور کر سکتے تھے۔

لڑھکنے کا سفر ختم ہوا تو ٹرنک اوپر اٹھتا محسوس ہوا اور آخر کار چلنے کی آواز سنائی دی — گویا اب وہ کار پر سفر کر رہے تھے اور اس قسم کا سفر وہ زندگی میں پہلی بار کر رہے تھے۔

○

"عجیب بات ہے، بلکہ عجیب ترین بات ہے۔ احساس جمیل نے اپنی کوٹھی آپ کے ہاتھ فروخت کردی اور آپ کی کوٹھی خود خرید لی۔ پھر مزے کی بات یہ کہ خریدی تین لاکھ میں اور تحریر لکھوائی گیارہ لاکھ کی۔ اپنی کوٹھی بیچی دو لاکھ میں اور تحریر لکھوائی چار لاکھ کی۔ کیا ایسا احساس جمیل نے ہی کیا ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ میں نے تو بس کاغذات پر دستخط کیے ہیں۔" ماجد غزنوی نے پریشان ہو کر کہا۔

"آخر کیوں؟ دستخط کرنے سے پہلے آپ نے کاغذات پڑھے کیوں نہیں۔ یہ تو بہت غلط بات ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"مم، میں، میں کیا کر..... بس میں نے پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔" ماجد غزنوی نے پہلا جملہ درمیان میں چھوڑ دیا۔ انسپکٹر جمشید بغور ان کی طرف دیکھ رہے تھے، جلدی سے بولے:

"تو آپ کو مجبور کر دیا گیا تھا کہ کاغذات کو پڑھے بغیر ہی دستخط کردیں اور کوٹھی فروخت کرنے پر بھی آپ کو مجبور کیا گیا ہے، ورنہ کوٹھی فروخت کرنے کا آپ کا کوئی ارادہ نہیں تھا، کیونکہ اسے تو آپ نے بہت چاہت کے ساتھ بنوایا تھا۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا۔

اب میرے اس سوال کا جواب دیں، کیا آپ کسی سے خوفزدہ ہیں؟"

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ کوٹھی بھی میں نے اپنی مرضی سے فروخت کی۔ مجھے ایک لاکھ روپے کا فائدہ ہو رہا تھا۔"

"اچھا دوست، آپ اصل بات چھپانے پر مجبور ہیں۔ خیر ہم چلتے ہیں۔ ارے ہاں، ذرا میں فون کر کے ان کے بارے میں تو معلوم کرلوں۔" یہ کہہ کر انہوں نے پاس رکھے فون کا ریسیور اٹھایا اور گھر کے نمبر ڈائل کیے۔

"ہیلو بیگم، وہ تینوں ابھی تک آئے ہیں یا نہیں؟"

"ابھی تک نہیں۔ میں بہت پریشان ہوں۔"

"اوہ، خیر تم فکر نہ کرو۔ میں ان کی تلاش میں نکل رہا ہوں۔ وہ ضرور کوئی مصیبت مول لے بیٹھے ہیں۔" یہ کہہ کر انہوں نے ریسیور رکھ دیا اور ماجد غزنوی کی طرف دیکھتے ہوئے سرد آواز میں بولے:

"میرے تینوں بچے احساس جمیل کے بچوں کے بلاوے پر ان کے گھر گئے تھے، اب تک لوٹ کر نہیں آئے۔ معاملہ حد درجے سنگین ہوتا جا رہا ہے۔ ایسے میں بھی اگر آپ نے زبان بند رکھی تو یہ کوئی اچھی بات نہیں ہوگی۔ اطلاعاً عرض ہے کہ میں اب سیدھا احساس جمیل کے گھر جا رہا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہیں پوری امید

بھی کہ ماجد غزنوی پھٹ پڑیں گے اور ساری بات فرفر سنا دیں گے، لیکن ان کا خیال غلط نکلا اور وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔

"اچھا غزنوی صاحب، اگر میرے پیچھے جلد نہ ہل گئے تو میں آپ سے کچھ باتیں پوچھنے ایک بار پھر آؤں گا اور اس وقت آپ کو ساری باتیں صاف صاف بتانا ہوں گی۔"

ماجد غزنوی نے ان کی اس بات کا بھی جواب نہ دیا اور دونوں اٹھ کر باہر آگئے۔ کار میں بیٹھتے ہوئے انسپکٹر جمشید بولے:

"خان رحمان، میں تنہائی سی محسوس کر رہا ہوں۔ شاید اس لیے کہ محمود، فاروق اور فرزانہ میرے ساتھ نہیں ہیں۔ تمہیں گھر کوئی کام تو نہیں۔"

"اگر ہو بھی تو کیا ہے۔ میں تمہارا ساتھ دینا پسند کروں گا۔" خان رحمان بولے۔

"شکریہ خان رحمان۔" یہ کہہ کر انہوں نے کار کا رخ احساس جمیل کی کوٹھی کی طرف کر دیا۔

کوٹھی کے دروازے پر گھنٹی کا بٹن دبانے پر بھی کسی نے آکر دروازہ نہ کھولا تو انہیں بہت حیرت ہوئی۔ انہوں نے ایک بار پھر گھنٹی بجائی، لیکن پھر بھی دروازہ کھولنے کوئی نہ آیا۔

"کیا خیال ہے خان رحمان، مجھے تو گڑبڑ نظر آتی ہے۔ آخر یہ سب لوگ کہاں چلے گئے۔ یہاں تو پورے پانچ افراد رہتے ہیں۔"

"تو پھر کسی طرح اندر داخل ہو جاتے ہیں۔" خان رحمان بولے۔

"ہاں، اب یہی کرنا ہوگا۔ آؤ پھاٹک پھلانگ جائیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"لوگ ہمیں چور خیال کریں گے۔" خان رحمان مسکرائے۔

"کوئی بات نہیں۔ زیادہ سے زیادہ وہ پولیس کو فون کر دیں گے۔" وہ بولے اور اوپر چڑھ گئے، پھر دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔ گزرنے والوں نے یہ منظر دیکھا تو حیرت سے پلکیں جھپکائیں اور ایک ان کی طرف چلا بھی آیا۔

"کیوں جناب، یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"کیا آپ کہیں آس پاس ہی رہتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے پرسکون آواز میں کہا۔

"ہاں۔" اس نے انہیں گھورتے ہوئے جواب دیا۔

"تو پھر یہ بھی جانتے ہوں گے کہ یہاں احساس جمیل صاحب رہتے ہیں۔ ہم ان سے ملنے آئے ہیں، لیکن اندر سے کوئی جواب ہی نہیں مل رہا، حالانکہ باہر تالا نہیں لگا ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اندر کوئی گڑبڑ ہے اور گڑبڑ میں گرفتار لوگوں کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے۔"

"ہوں، بات تو ٹھیک ہے، لیکن بہتر ہو گا کہ آپ پولیس کو فون کر دیں۔" اس آدمی نے کہا۔

"پولیس کے آنے تک تو نہ جانے کیا ہو جائے۔ ایسا کریں کہ یہ کام آپ کر دیں" وہ مسکرائے۔

"کیا مطلب، میں پولیس کو فون کر دوں" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں ضرور" وہ بولے۔

اور پڑوسی تیز تیز قدم اٹھاتا چلا گیا — اس دوران خان رحمان بھی آگے بڑھ چکے تھے — اب دونوں اندر کی طرف بڑھے۔ اندرونی دروازہ دوسری طرف سے بند کیا تھا — دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"یار خان رحمان، اب کیا کریں"

"یہ تو تمہیں معلوم ہو گا — میں ان معاملات میں بالکل اناڑی ہوں"

"اچھا خیر" انہوں نے کہا اور جیب سے چابیوں کا گچھا نکال کر ایک ایک کر کے چابیاں گھمانے لگے — آخر ایک چابی لگ گئی — دروازہ کھل گیا — وہ دھک دھک کرتے دل کے ساتھ اندر داخل ہوئے — انہوں نے ایک ایک کر کے سب کمرے بغور دیکھ ڈالے — گھر میں کوئی نہیں تھا — ایک کمرے میں بحافوں والا بڑا ٹرنک ضرور رکھا تھا، لیکن وہ اس طرف کیوں توجہ دیتے — چھت کا بھی چکر لگایا گیا۔ آخر پھر پھاٹک کی طرف آئے اور ٹھٹک کر رک گئے۔ چار آدمی پھاٹک کے

دوسری طرف کھڑے تھے — ابھی ان میں سے ایک کا ہاتھ دستک کے لیے اٹھا ہی تھا کہ ان کی نظریں ان دونوں پر پڑیں اور ہاتھ اٹھا کا اٹھا رہ گیا۔ ایک جلدی سے بولا :

"احساس جمیل صاحب کو ذرا بتا دیں، ہم لوٹ آئے ہیں"

"لوٹ آئے ہیں، کیا مطلب ؟" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"ہم چمڑے کے بیوپاری ہیں۔ ان سے ہمارے کاروباری تعلقات ہیں۔ ہم آج ہی اس شہر میں آئے ہیں — کچھ دیر پہلے اپنا سامان یہاں رکھ کر گھومنے چلے گئے تھے — اس لیے کہہ رہے ہیں۔ انہیں اطلاع دے دیں، ہم لوٹ آئے ہیں" آگے والے نے کہا۔ انسپکٹر جمشید نے اس پر ایک نظر ڈالی، پھر بولے :

"نہ جانے وہ کہاں چلے گئے ہیں — ہم خود ان سے ملنے آئے تھے"

"کیا آپ بھی چمڑے کے بیوپاری ہیں ؟"

"نہیں، ہمیں ان سے کچھ اور کام تھا؛ بہرحال آپ اندر تشریف رکھیے، ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے ان سب کو کسی ضروری کام سے کہیں جانا پڑ گیا ہے۔ آتے ہی ہوں گے"

"اوہ، اچھا"

انسپکٹر جمشید نے پھاٹک اندر سے کھول دیا، خود باہر نکل آئے اور چاروں بیوپاری اندر داخل ہو گئے —

"ہم فون کر کے معلوم کریں گے کہ وہ آ گئے ہیں یا نہیں۔" وہ بولے۔

"ٹھیک ہے۔" ان میں سے ایک نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتے اندر کی طرف چلے گئے۔

"یار خان رحمان، یہ کیا ہو رہا ہے؟" انسپکٹر جمشید دبی آواز میں بولے۔

"ہم، میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ مجھے ایسے معاملات کا بھلا کیا تجربہ" انھوں نے کندھے اچکائے۔

"خیر آؤ، ذرا محمد حسین آزاد کو دیکھیں۔"

"یہ کون ذاتِ شریف ہے؟" خان رحمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ایک حوالدار، اکرام کا ماتحت — میں نے اسے اس کوٹھی کی نگرانی پر مقرر کیا تھا۔"

سڑک پر آ کر انھوں نے چاروں طرف کا جائزہ لیا اور پھر ان کے قدم سڑک کے دوسری طرف اٹھنے لگے۔ اس طرف ایک چھوٹا سا ریسٹوران تھا۔ محمد حسین کی جھلک انھیں اس ریسٹورنٹ میں دکھائی دی تھی۔ اندر داخل ہوئے ہی تھے کہ وہ لپکتا ہوا ان کی طرف بڑھا۔ لیکن انھوں نے آنکھوں کے اشارے سے اسے منع کر دیا اور خود ایک کیبن میں جا بیٹھے — ایک منٹ بعد محمد حسین آزاد بھی اندر پہنچ گیا —

"نگرانی کرنے والے کو اس طرح اچانک سامنے آ کر رپورٹ نہیں دینی چاہیے۔" وہ بولے۔

"اوہ، معاف کیجیے گا جناب، مجھ سے غلطی ہوئی۔"

"خیر کوئی بات نہیں — ہاں تو کیا رپورٹ ہے؟"

"آپ احساس جمیل سے بات کر کے چلے گئے تو احساس جمیل کوٹھی سے نکلتا نظر آیا۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اس سڑک پر چلا گیا۔"

"ٹیکسی کا نمبر نوٹ کیا؟" انسپکٹر جمشید نے اسے ٹوک دیا۔

"جی نہیں — موقع نہیں مل سکا۔"

"خیر، آگے بیان کرو۔"

"پھر کچھ دیر بعد تین آدمی آئے اور احساس جمیل کے بچوں کو اپنے ساتھ لے گئے۔"

"وہ کس چیز پر آئے تھے؟"

"ٹیکسی کے ذریعے — اس کے بعد چار آدمی ایک سٹیشن کار میں آئے۔ انھوں نے کار کے اوپر لحافوں والا بڑا ٹرنک لاد رکھا تھا۔ اسے انھوں نے دو تین لوگوں کی مدد سے اتروایا۔"

"کیا کہا — دو تین لوگوں کی مدد سے۔" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا، پھر چونک کر بولے:

"اوہ ہاں، خیر ٹھیک ہے۔ اس میں چرم ہو گا — وہ چمڑے کے بیوپاری ہیں۔"

"ٹرنک اندر رکھوا کر وہ پھر کہیں چلے گئے — تھوڑی دیر پہلے آپ
دونوں آئے اور اندر داخل ہوئے — آپ بھی باہر نکل رہے تھے کہ
وہ چاروں پھر آ پہنچے اور اب وہ اندر ہیں، لیکن احساس جمیل اور
اس کے تینوں بچوں کا کوئی پتا نہیں۔" محمد حسین آزاد نے رپورٹ
مکمل کرتے ہوئے کہا۔

"ہوں، یہ تو تم نے بہت ہی عجیب کہانی سنا دی۔"

"جی کیا مطلب، عجیب کہانی، وہ کیسے؟"

"اس طرح کہ احساس جمیل کی بیوی بھی ہیں — جب ہم ملنے کے
لیے آئے تو گھر میں ان کی بیوی بھی موجود تھیں، تم نے ان کا کوئی ذکر
نہیں کیا، گویا انہیں اندر ہی ہونا چاہیے، لیکن ایسا نہیں ہے، وہ اندر
نہیں ہیں۔"

"اوہ۔" محمد حسین آزاد دھک سے رہ گیا۔ اس کی آنکھیں باہر کو
اُبل پڑیں —

"سوال یہ ہے کہ پھر وہ کہاں ہیں — احساس جمیل اور ان کے بعد
ان کے تینوں بچوں کو تو چلو تم نے باہر نکلتے دیکھا تھا، پھر وہ لوٹ
کر نہیں آئے، لیکن بیگم احساس کو تو گھر میں ہونا چاہیے اور ہم پورے
مکان کو دیکھ چکے ہیں — اس وقت اندر کوئی بھی نہیں تھا۔" انہوں نے
جلدی جلدی کہا۔

"میں نے کوٹھی کے دروازے کو مسلسل نظروں کے سامنے رکھا

ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ میری نظروں سے بچ کر کہیں چلی
گئی ہوں۔" محمد حسین آزاد نے کہا۔

"اور کوٹھی کا کوئی عقبی دروازہ بھی نہیں ہے — خیر کوئی بات نہیں۔
تم بدستور نگرانی کرتے رہو — ہر طرح چوکس رہو — میں دو ایک ضروری
کام کر آؤں۔" یہ کہہ کر وہ فون کی طرف بڑھ گئے — انہوں نے ماجد
قزنی کے نمبر ملائے۔ جلد ہی سلسلہ مل گیا۔

"ہیلو ماجد، انسپکٹر جمشید بول رہا ہوں — ایک بات اور پوچھنی
ہے۔ آپ نے یہ کوٹھی سکندر شاہ سے خریدی تھی، پچاس ہزار روپے
میں۔ ٹھیک ہے نا — بلکہ اس وقت یہ کوٹھی نہیں مکان تھا — کیا
آپ بتا سکتے ہیں کہ سکندر شاہ کا حلیہ کیا تھا اور کیا آپ کو اس کا پتا
بھی معلوم ہے؟" —

"سکندر شاہ ۹۳۳ میروُن روڈ پر رہتے ہیں۔ آ — اف — مرا۔"

انسپکٹر جمشید بوکھلا اٹھے — وہ چلائے۔

"ہیلو، ہیلو ماجد، کیا ہوا، بولو، بتاؤ۔"

لیکن دوسری طرف سے کوئی جواب موصول نہ ہوا۔ سلسلہ بند نہیں
ہوا تھا۔ جس کا مطلب تھا، ماجد کو ریسیور کریڈل میں رکھنے کی مہلت
بھی نہیں دی گئی تھی —

"اوہ خان رحمان، ماجد خطرے میں ہے۔"

دونوں دوڑ پڑے — پھر کار میں بیٹھ کر آندھی اور طوفان کی طرح

روانہ ہوئے اور آخر ماجد کی کوٹھی کے سامنے کار سے اتر کر اندر کی طرف بھاگے۔ دروازے کھلے پڑے تھے اور کوٹھی بھائیں بھائیں کر رہی تھی۔

"کاش، ماجد نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہوتا، لیکن وہ چھپاتا ہی رہا۔" انسپکٹر جمشید نے سرد آہ بھری۔

"کیا تمہارا خیال ہے، اسے ختم کر دیا گیا ہے؟"

"میرا خیال ہے۔" وہ بولے۔

وہ دوڑتے ہوئے اندر پہنچے۔ ماجد غزنوی اپنے کمرے کے فرش پر بے ہوش پڑے تھے۔ ان کے سر سے خون بہہ کر فرش پر پھیل گیا تھا؛ تاہم خون زیادہ نہیں بہا تھا۔

بسم اللہ

"ماجد کے سر پر چوٹ زیادہ نہیں آئی۔ اس فون کے ریسیور کو چھیڑا نہیں جا سکتا۔ ہو سکتا ہے، اس پر مجرم کی انگلیوں کے نشانات ہوں۔ اس لیے خان رحمان تم باہر جا کر ذرا ایمبولینس کو فون کر دو اور اکرام کو بھی ہدایات دے دو کہ کوٹھی نمبر ۱۱۳ گلشن روڈ کے سامنے محمد حسین آزاد کے پاس پہنچ جائے۔ وہاں کم از کم دو آدمیوں کا ہونا ضروری ہے۔"

"اچھا۔" انھوں نے کہا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتے چلے گئے۔

تھوڑی دیر بعد وہ ماجد غزنوی کو ہسپتال بھیج چکے تھے۔ ان کے ہوش میں آنے کا انتظار نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے دونوں کار میں بیٹھے اور ہیروئن روڈ کی طرف روانہ ہوئے۔

"یار خان رحمان، تم کبھی ہیروئن روڈ کی طرف گئے ہو۔"

"وہ تو فلمی دنیا کی سڑک ہے، میرا وہاں کیا کام۔"

"لیکن آج تو جانا ہی پڑے گا۔ نہ جانے سکندر شاہ کا مکان وہاں کیوں ہے۔"

"وہ بھی فلمی دنیا کا آدمی ہوگا — غیر فلمی لوگ تو وہاں رہتے ہی نہیں" خان رحمان بولے، پھر ان کی طرف دیکھ کر بولے:

"میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔ سیدھا سادہ طریقہ تو یہ ہے کہ پورے شہر میں محمود، فاروق اور فرزانہ کی تلاش شروع کرادو"

"اس سیدھے سادے طریقے میں کامیابی کے امکانات صرف چند فی صد ہیں، جب کہ میرے طریقے میں کامیابی کا زبردست امکان ہے" انہوں نے کہا۔

"خیر بھئی، دیکھتے ہیں یہ بھی" خان رحمان نے کندھے اچکائے۔

۹۲۳ نمبر کا مکان تلاش کرنے میں انہیں کوئی دقت نہ ہوئی — مکان نئی طرز کا اور چھوٹا سا تھا — انسپکٹر جمشید نے دروازے پر دستک دی، تو ایک گنجے سر والا آدمی باہر نکلا۔

"فرمائیے"

"جہاں تک میرا خیال ہے، آپ سکندر شاہ ہیں"

"جی ہاں، آپ کا خیال بالکل ٹھیک ہے — فرمائیے، میں کیا خدمت کر سکتا ہوں"

"آپ نے گلشن روڈ پر واقع ایک کوٹھی، جس کا نمبر ۱۱۳ ہے۔ ماجد غزنوی کے ہاتھوں فروخت کی تھی؟"

"جی ہاں، بالکل کی تھی — تو پھر۔ کیا میں نے کوئی غیر قانونی کام کیا تھا"

"نہیں، میں اس کوٹھی کے بارے میں آپ سے چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں — یہ رہا میرا کارڈ"

کارڈ دیکھ کر وہ بھونچکا سا رہ گیا، پھر انہیں اندر ڈرائنگ روم میں لے آیا —

"اب پوچھیے، آپ اس کوٹھی کے بارے میں کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟"

"آپ نے وہ کوٹھی کسی کے مجبور کرنے پر تو فروخت نہیں کی تھی؟" انہوں نے پوچھا۔

"نہیں، بالکل نہیں — اپنی مرضی سے فروخت کی تھی"

"اور یہ بھی درست ہے کہ آپ نے کوٹھی پچاس ہزار میں فروخت کی؟"

"جی بالکل" اس نے فوراً کہا۔

"ٹھیک ہے، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ نے کوٹھی ایک انگریز سے صرف دس ہزار میں خریدی تھی"

"یہ بالکل ٹھیک ہے — کیوں، کیا میں نے کوٹھی خرید کر کوئی جرم کیا تھا؟" اس نے مسکرا کر کہا۔

"ارے نہیں صاحب، ایسی کوئی بات نہیں" انہوں نے ہنس کر کہا۔

اس کے بعد انہوں نے چند سوال اور کیے اور پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔

"آؤ بھئی خان رحمان، رات ہو چلی ہے" انہوں نے عجیب سے لہجے

ہیں کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی — آؤ بھئی خان رحمان' رات ہو چلی ہے۔"

"ہاں' ٹھیک تو ہے' ہو تو چلی ہے رات۔" وہ مسکرائے۔

"خیر تو ہے' بہت خوش نظر آ رہے ہو۔ کیا مل گیا ہے؟"

"کیس کا پہلا اور آخری سرا۔"

"کیا مطلب؟"

"بس' میں مطلب بتانے کی پوزیشن میں نہیں رہا — اب تمہیں صبر کرنے کی پوزیشن میں آ جانا چاہیے۔"

"بس مجھے تمہاری یہی بات پسند نہیں۔ عین موقعے پر آ کر شدید سسپنس پیدا کر دیتے ہو۔"

"اور مجھے یہی بات پسند ہے۔ اس طرح بہت لطف آتا ہے۔" وہ بولے۔

ان کی کار تیز رفتاری سے سڑک ناپ رہی تھی — آخر وہ ایک بار پھر ۱۱۳ گلشن روڈ کے سامنے پہنچ گئے — اب یہاں محمد حسین آزاد کے ساتھ اکرام بھی موجود تھا۔

"ماجد غزنوی کو ہوش آیا یا نہیں؟"

"چند منٹ پہلے فون کر چکا ہوں۔ ابھی تک ہوش نہیں آیا۔"

"یہاں کی کیا رپورٹ ہے؟"

"حیرت انگیز ترین۔" اکرام بولا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک کر بولے۔

"ابھی تک احساس جمیل اور ان کے بچے واپس نہیں لوٹے۔ اور گھر میں آنے والوں کا گویا تانتا بندھا ہوا ہے۔ اس وقت تک تقریباً بیس آدمی آ چکے ہیں — ان سب کے ہاتھوں میں ایک ایک سوٹ کیس بھی تھا۔"

"اور محمود' فاروق اور فرزانہ۔" انہوں نے پریشان ہو کر کہا۔

"وہ نظر نہیں آ سکے۔"

"اوہ۔" ان کے منہ سے نکلا' پھر بولے۔

"میں اور خان رحمان اندر جا رہے ہیں — اگر ایک گھنٹے تک ہماری واپسی نہ ہو تو مدد بلا لینا اور اسے چاروں طرف سے گھیر لینا۔ پھر چند ساتھیوں کے ساتھ نہایت خاموشی سے اندر داخل ہو کر ہم تک پہنچنے کی کوشش کرنا۔"

"بہت بہتر۔" اس نے کہا۔

"آؤ بھئی خان رحمان' اندر چلیں۔"

"لیکن جمشید' تم نے محمود' فاروق اور فرزانہ کے لیے تو کچھ کیا ہی نہیں۔" خان رحمان نے اعتراض کیا۔

"فکر نہ کرو' یہاں سے نکل کر کریں گے۔" وہ بولے۔

دونوں اندرونی دروازے تک پہنچ گئے' لیکن دروازہ تو اندر سے بند تھا۔ انہوں نے کوٹھی کا ایک چکر لگایا اور ایک درخت کے ذریعے

چھت پر اتر گئے۔ سیڑھیاں اتر کر نیچے پہنچے اور پہلا کام یہ کیا کہ بیرونی
دروازہ کھول دیا تاکہ اکرام وغیرہ کو کوئی دقت پیش نہ آئے۔ اس
کے بعد دونوں آہٹ پیدا کیے بغیر آگے بڑھے۔ برآمدے میں پہنچ
کر ان کے قدم اور بھی احتیاط سے اٹھنے لگے۔ کمروں کے دروازے بند
نہیں تھے۔ تمام کمرے خالی پڑے تھے۔ ان میں سے کسی میں بھی انہیں
کوئی شخص دکھائی نہ دیا۔ آخر وہ اس کمرے تک پہنچ گئے، جس میں
انہیں لحافوں والا ٹرنک نظر آیا تھا۔ ان کے اٹھتے قدم رک گئے۔
دل دھک دھک کرنے لگے۔

لحافوں والا ٹرنک اب اس کمرے میں نہیں تھا۔

⊙

"یار خان رحمان، تمہیں یاد ہے نا، ہم نے یہاں ایک ٹرنک بڑا سا
پڑا دیکھا تھا۔" انسپکٹر جمشید نے سرگوشی کی۔

"ہاں، بالکل اس جیسا ٹرنک میرے گھر میں بھی ہے۔ ہم گرمیوں
کے موسم میں اس میں لحاف رکھتے ہیں۔" وہ بولے اور انسپکٹر جمشید
مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔

"لیکن اب وہ ٹرنک یہاں نہیں ہے — جب کہ گھر سے باہر
لے جاتے ہوئے بھی نہیں دیکھا گیا — ان حالات میں تم کیا کہتے ہو؟" وہ

بولے۔

"یہ کہ انہیں ٹرنک کی کوئی خاص ضرورت ہے۔"

"لیکن وہ ہے کہاں؟"

"کوٹھی میں ہی کہیں ہو گا — ہوا میں اڑ کر تو کہیں جا نہیں
سکتا۔" خان رحمان نے فوراً جواب دیا۔

"ارے کہیں آج تم میں فاروق کی روح تو نہیں گھس گئی۔"

"ارے باپ رے، اس صورت میں فاروق کیا کر رہا ہو گا۔" خان
رحمان دھک سے رہ گئے۔

"تمہاری روح پر گزارا کر رہا ہو گا اور کیا کرے گا۔" وہ مسکرائے،
اور آگے بڑھے ہی تھے کہ ایک عجیب سی آواز آئی، جیسے کوئی چیز
ٹھک سے کسی فرش پر ماری گئی ہو، پھر تو متواتر ٹھک ٹھکا ٹھک
ہونے لگی۔

انہوں نے بوکھلا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا — خان رحمان
تو کانپ کر رہ گئے۔

"یہ — یہ — یار، یہ کیا۔"

"پپ، پتا نہیں۔" انہوں نے بھی اسی کے انداز میں کہا، پھر
بولے:

"آؤ دیکھتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے یار لوگ زمین کھودنے
کے چکر میں ہیں۔"

"زمین کھودنے کے چکر میں، لیکن کس سلسلے میں زمین کھودیں گے؟" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔" وہ بولے۔

"اچھا، جب کچھ کہنے کے قابل ہو جاؤ، بتا دینا، میں پوچھ لوں گا۔" خان رحمان مسکرائے۔

"تو میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔"

"کون سا اندازہ؟" خان رحمان حیران ہو کر بولے۔

"وہی فاروق کی روح والا — آج تو ہم بالکل ان تینوں کے انداز میں باتیں کر رہے ہیں — آؤ جلدی کرو، کہیں ہم بھی وقت ضائع نہ کر دیں — ویسے ایک افسوس مجھے ضرور رہے گا۔ یہ معاملہ شروع ان سے ہی ہوا تھا، لیکن ختم اسے ہم کر رہے ہیں اور ان کا دور دور تک پتا نہیں۔"

"واقعی، وہ تو دھک سے رہ جائیں گے، جب انہیں معلوم ہوگا کہ اس بار سہرا ان کے والد نے اپنے ہی سر باندھ لیا ہے۔" خان رحمان کا لہجہ شوخ تھا۔

کوٹھی کے بالکل عقب میں آخری کمرہ تھا — اس کمرے کا دروازہ بند تھا اور ٹھک ٹھک کی آوازیں اسی میں سے آ رہی تھیں۔ وہ دبے پاؤں دروازے تک پہنچ گئے — تالے کے سوراخ میں سے جونہی انسپکٹر جمشید نے اندر جھانکا، حیرت زدہ انداز میں پیچھے ہٹ گئے۔ اندر کا منظر

حد درجے عجیب تھا — انہیں اس طرح پیچھے ہٹتے دیکھ کر خان رحمان نے سوراخ سے آنکھ لگا دی اور اگر انسپکٹر جمشید ان کے کندھوں پر پہلے ہی ہاتھ نہ رکھ دیتے تو ضرور بہت زور سے اچھلتے۔ ان کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیل گئیں — کمرے کا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔ ایک کونے میں محمود، فاروق اور فرزانہ — احساس جمیل اور اس کے بیوی بچے بندھے پڑے تھے — کمرے کی تینوں دیواروں کے ساتھ ساتھ کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ ان کرسیوں پر بیس کے قریب آدمی بیٹھے تھے۔ چار آدمی پھاوڑے لیے کمرے کے بیچوں بیچ سے فرش اکھاڑنے میں مصروف تھے۔ ان کے ہاتھ بہت تیزی سے چل رہے تھے۔ گڑھا گہرا ہوتا جا رہا تھا اور اس کے گرد مٹی کا ڈھیر اونچا ہوتا جا رہا تھا۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، جیسے کہہ رہے ہوں:

"کیوں بھئی، یہ کیا معاملہ ہے؟"

اب انسپکٹر جمشید نے خان رحمان کو بازو سے پکڑا — اور اس کمرے سے دور ہٹ آئے۔

"یہ تو کسی خزانے وزانے کا چکر معلوم ہوتا ہے۔"

"ہاں، میرا خیال بھی یہی ہے، لیکن ان لوگوں نے محمود وغیرہ کو کیوں باندھ رکھا ہے اور وہ یہاں تک پہنچ کس طرح گئے — وہ تمہارے مولانا محمد حسین آزاد تو کہہ رہے تھے کہ....."

"ہاں، مجھے یاد ہے: بہرحال کسی نہ کسی طرح تو یہ ضرور ہی پہنچے

ہیں۔ یہ تو ہم بعد میں ...... ارے ہاں، کہیں ان لوگوں کو اس ٹرنک میں ڈال کر تو نہیں لایا گیا، ضرور یہی بات ہے۔ خیر، اب کیا کیا جائے؟"

"جو تم کہو، کیا جائے۔"

"تو پھر سنو، میں نے سوچا ہے، ہم تیل دیکھیں گے، تیل کی دھار دیکھیں گے۔"

"لیکن بھئی یہاں تیل کہاں سے آ ٹپکا۔ یہ لوگ تیل تو نکالنے سے رہے اس گڑھے سے۔" خان رحمان دبی آواز میں بولے۔ انسپکٹر جمشید کو ہنسی آ گئی، لیکن خاموش ہنسی۔

"میرا مطلب تھا، ہم ابھی دخل نہیں دیں گے، جب تک کہ یہ لوگ وہ چیز نہ نکال لیں۔ جس کے لیے گڑھا کھودا جا رہا ہے، لہٰذا تم یہ کرو کہ اکرام کو ساری بات سمجھا آؤ اور بتا دو کہ اشارا ملے بغیر دخل اندازی نہ کرے۔ ہاں، رہے کوٹھی کے اندر ہی موجود۔"

"اچھی بات ہے، میں کام کر کے ابھی آیا، لیکن وعدہ کرو، میرے آنے تک تم کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے۔"

"اگر کوئی خطرہ پیش آ گیا تو قدم اٹھانا ہو گا۔" وہ بولے۔

"خیر، یونہی سہی۔" خان رحمان نے کندھے اچکائے اور بیرونی دروازے کی طرف چلے گئے۔

پانچ منٹ بعد ان کی واپسی ہوئی تو انسپکٹر جمشید کو تالے کے

سوراخ سے لگے پایا۔ انہیں آتے دیکھ کر وہ پیچھے ہٹ گئے اور سوراخ میں سے جھانکنے کا اشارا کیا۔ خان رحمان نے ایک آنکھ سوراخ سے لگا دی۔ دوسرے ہی لمحے وہ بوکھلا کر رہ گئے۔ اندر اب کوئی بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

"یہ۔ یہ سب لوگ کہاں چلے گئے؟"

"انہیں زمین کھا گئی خان رحمان۔ اور مزے کی بات یہ کہ وہ لوگ بندھے ہوئے لوگوں کو بھی لے گئے۔"

"لیکن کہاں؟" خان رحمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اس گڑھے میں۔"

"کیا کہا، گڑھے میں؟"

"ہاں، یہ تو کوئی بہت ہی خطرناک معاملہ لگتا ہے۔ اب ہمیں باہر ہی نہیں کھڑے رہنا چاہیے۔ آؤ کم از کم اس گڑھے تک تو پہنچ ہی جائیں۔"

"لیکن کیسے؟ کمرے کا دروازہ تو اندر سے بند ہے۔"

"فکر نہ کرو، اگر انہوں نے تالا لگایا ہوا ہے تو میں چابی سے کھول لوں گا اور اگر چٹخنی لگائی ہوئی ہے تو شیشہ کاٹ کر چٹخنی گرا دوں گا۔" یہ کہہ کر انہوں نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ تین منٹ کی کوشش کے بعد دروازہ کھل گیا اور وہ دبے پاؤں اندر داخل ہو گئے۔ گڑھے کے کنارے پر جھک کر انہوں نے نیچے جھانکا اور یہ دیکھ کر

حیران رہ گئے کہ نیچے چند سیڑھیاں نظر آرہی تھیں اور ان سیڑھیوں کے بعد ایک دروازہ تھا۔ لحافوں والا ٹرنک دروازے کے ساتھ والی دیوار سے لگا رکھا تھا۔ اس کا ڈھکنا اٹھا ہوا تھا۔

"یہ کیا؟" خان رحمان ان کے کان میں بولے۔

"شاید پرانے مکان کے نیچے کوئی تہہ خانہ تھا۔۔۔ ماجد غزنوی نے کوٹھی بنوائی تو اس کا دروازہ نیچے دب گیا۔ اسے کیسے معلوم ہو سکتا تھا کہ اس مکان کے نیچے ایک تہہ خانہ بھی ہے۔"

"لیکن یہ لوگ اس تہہ خانے میں کیا کر رہے ہیں۔۔۔ اس میں ہے کیا؟"

"یہ تو نیچے چل کر ہی معلوم ہو سکتا ہے، آؤ بسم اللہ کریں۔"

"بسم اللہ۔" خان رحمان نے کہا اور دونوں گڑھے میں اتر گئے۔ انہیں یوں لگا، جیسے کسی قبر میں اترے ہوں۔

نیچے سے انہیں مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ سنائی دی۔ وہ لوگ دبی آواز میں باتیں کر رہے تھے۔۔۔ آخر وہ اس دروازے تک پہنچ گئے اور اس سے کان لگا کر کھڑے ہو گئے۔ اسی وقت ایک آواز سنائی دی۔ کوئی کہہ رہا تھا:

"مسٹر برمن، تم نے سچ کہا تھا۔۔۔ اف خدا، مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا۔"

"اسے اچھی طرح دیکھ لیں، پرکھ لیں۔ آپ لوگ اپنے کام کے ماہر

ہیں۔۔۔ دیکھ سکتے ہیں۔ اس میں ذرہ بھر بھی کھوٹ نہیں ہے۔"

"ہم، ہم دیکھ چکے ہیں۔۔۔ اپنا اطمینان کر چکے ہیں۔"

"تب پھر معاملے کی بات ہو جائے۔ بازار سے نصف بھاؤ میں سودا منظور ہے؟" دبی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

"یہ۔۔۔ یہ بہت ریٹ ہے۔۔۔ کچھ کم ہونا چاہیے۔"

"اچھا تو چالیس فی صد بھاؤ میں یہ سب تمہارا۔۔۔ رقم میرے حوالے کر دو۔۔۔ میں اسے لحاف والے ٹرنک میں بھر لوں گا اور اس شہر سے کوچ کر جاؤں گا۔"

"چلو ٹھیک ہے، لیکن اس قدر لمبا چوڑا حساب کس طرح ہو سکتا ہے؟"

"ہمارے پاس ساری رات پڑی ہے۔۔۔ ہم اس کا وزن کر سکتے ہیں اور قیمت کا حساب بھی لگ جائے گا۔ تولنے کا بندوبست بھی ہے۔۔۔ بس تم رقم گننے کا کام شروع کرو۔"

"ہم سب کے پاس بھی گنی گنائی رقمیں موجود ہیں۔"

"اس طرح تو ذرا بھی دیر نہیں لگے گی۔"

"لیکن ان لوگوں کا کیا کیا جائے گا؟"

"اب اس تہہ خانے میں یہ لوگ دبے رہیں گے۔ ہم اوپر سے گڑھا پُر کر دیں گے۔"

"اوہ۔" کئی آوازیں ابھریں۔

"ہم برابر برابر رقم لائے ہیں۔۔۔ برابر برابر چیزیں لیتے ہیں۔ اس

طرح نہ گننے کی ضرورت نہ تولنے کی۔"

"مجھے تم لوگوں پر بھروسا ہے۔ اپنے اپنے سوٹ کیس میرے ٹرنک میں خالی کر دو — اور نیچے آ کر بھر لو — میں یہاں سے دن کی روشنی میں نکلوں گا، تاکہ کسی کو ذرا بھی شک نہ ہو — اوپر چمڑے کی چند چادریں بچھا دوں گا۔ احساس جمیل کے ہاں چمڑے کے بیوپاری آتے ہی رہتے ہیں۔ اس شخص کو مکان دلوایا ہی اس لیے گیا تھا کہ لوگوں کی آمدورفت کو شک کی نظروں سے نہ دیکھا جائے۔"

"بہت اچھا — تو پھر ہم یہ خالی کر آئیں۔"

"ہاں، چلو، میں بھی تمہارے ساتھ اوپر چلوں گا۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی تہ خانے کا دروازہ کھلا اور اندر موجود سب کے سب لوگ اس طرح اچھلے، جیسے کسی بھوت کو دیکھ لیا ہو۔

"تم لوگ اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دو۔" انسپکٹر جمشید سرد آواز میں بولے۔ اب ان کے ہاتھ میں پستول چمک رہا تھا۔

ان کے ہاتھ خوفزدہ انداز میں اوپر اٹھ گئے۔ رنگ سفید پڑ گئے۔

"پیچھے ہٹو خان رحمان، تم ان لوگوں کو کھول دو۔"

"اچھا۔" خان رحمان نے کہا اور ان لوگوں کے درمیان سے نکل کر وسط میں پہنچ گئے۔ دوسرے ہی لمحے ان کے منہ سے نکلا:

"ارے، یہ کیا، اتنا سونا؟"

"یہ سب لوگ تہ خانے کی دیوار سے لگ کر کھڑے ہو جائیں —

ہاتھ اسی طرح اٹھائے رہیں۔" فوراً حکم کی تعمیل کی گئی۔

اب انسپکٹر جمشید نے دیکھا، تہ خانے میں سونے کی سلاخوں کا ایک عظیم الشان ڈھیر لگا ہوا تھا۔ انہوں نے اتنا سونا اپنی زندگی میں شاید پہلی بار دیکھا تھا — اتنی دیر میں محمود کا منہ کھل چکا تھا۔

"اف خدا، ہم تو آپ کی طرف سے مایوس ہو گئے تھے — اتنی دیر لگائی آپ نے۔"

"مایوسی گناہ ہے۔ تم تو اس طرح کہہ رہے ہو، جیسے مجھے اطلاع دے کر ہی تو آئے تھے۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"سب سے زیادہ الجھن میں تو میری زبان رہی ہے۔ خیر کوئی بات نہیں۔ میں بھی اب اسے دو تین دن تک کھلی چھٹی دے دوں گا۔" فاروق کی آواز سنائی دی۔

"یا اللہ، تیرا شکر ہے — ابا جان اور انکل، آپ دونوں کا بھی شکریہ۔"

"چلو، شکریہ قبول کیا — اب جلدی سے تمام حالات سنا دو، پھر میں بھی حالات سنا دوں گا — اس طرح کہانی مکمل ہو جائے گی۔" انہوں نے کہا۔

"جی ہاں، کیوں نہیں۔" محمود نے کہا اور احساس جمیل کے بچوں کا فون ملنے سے لے کر اب تک پیش آنے والے واقعات سنا دیے۔

اس کے بعد انسپکٹر جمشید نے تفصیل کہہ سنائی، پھر بولے:

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ مسٹر برمن کے کہنے پر احساس جمیل نے ماجد غزنوی سے کوٹھی خریدی تھی۔ کاغذات میں گیارہ لاکھ اس لیے لکھوائے گئے کہ واقعی کوٹھی کی اہمیت ثابت ہو جائے اور سونا خریدنے کے خواہش مند شک میں نہ پڑیں، لیکن بہتر ہوگا کہ یہ تفصیل احساس جمیل سنا دیں — میرا خیال ہے، اب تو انہیں سچ کہنے میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ یہ جان ہی چکے ہیں کہ مسٹر برمن ان لوگوں کے ساتھ کیا کرنے والے تھے۔"

"جی ہاں کیوں نہیں — مجھے بہت سزا مل چکی ہے — چھ ماہ پہلے یہ شخص برمن میرے پاس آیا تھا — کہنے لگا کہ ایک بہت ہی منافع کا سودا بتا سکتا ہے۔ میرے پوچھنے پر صرف اتنا کہا کہ میں یہ کوٹھی خرید لوں — خیر، میں نے اس کے کہنے پر کوٹھی خرید لی۔ یہ بھی اس نے کہا تھا کہ کاغذات گیارہ لاکھ روپے کے بنوائے جائیں، ماجد کو اس نے کسی طرح اس قدر خوف زدہ کر دیا تھا کہ وہ اس کی ہر بات ماننے پر تیار ہو گیا تھا۔"

"ماجد کسی زمانے میں غیر ملکی ایجنٹ رہ چکا ہے۔ میں بھی اس کا ساتھی رہ چکا ہوں۔ اس نے توبہ کر لی ہے — میں نے اسے دھمکی دی تھی کہ اگر اس نے میری بات نہ مانی اور کسی کو کچھ بتایا تو اس کے بارے میں بھی حکومت کو سب کچھ بتا دیا جائے گا۔" برمن نے نفرت زدہ انداز میں ہونٹ سکوڑے —

"اوہ —" انسپکٹر جمشید دھک سے رہ گئے — وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ان کا دوست بھی غیر ملکی ایجنٹ ہو سکتا ہے۔

"ہاں تو اس طرح میں نے یہ کوٹھی خریدی، لیکن مجھے فائدے والی کوئی بات نظر نہیں آئی تو اس سے پوچھا، آخر اس نے بتا دیا کہ اس کوٹھی کے نیچے ایک بہت بڑا خزانہ موجود ہے — یہ سن کر میں بھی لالچ میں آ گیا اور اس کی ہدایات پر عمل کرنے لگا۔ شہر کے تمام دولت مند ترین جوہریوں سے اس نے میرے ذریعے ہی ملاقاتیں کیں اور سونے کے ذخیرے کے بارے میں بتایا — یہ سب لوگ خفیہ طور پر سونا خریدنے پر تیار ہو گئے۔ یہ ہے کل کہانی۔"

"لیکن آپ نے اپنے ملازم غفور بھولا کو ملازمت سے کیوں نکالا؟" محمود بول اٹھا۔

"اسی کی ہدایت پر — اس کا کہنا تھا کہ ملازم کو شک ہو گیا تو راز کھل جائے گا، یا پھر اسے بھی حصہ دینا پڑے گا، لہٰذا کیوں نہ اسے نکال ہی دیا جائے۔"

"ہوں، اب سوال یہ ہے کہ یہ مسٹر برمن کون ہیں — انہیں کس طرح معلوم ہو گیا کہ اس کوٹھی کے نیچے ایک خزانہ ہے۔" فاروق بے چین ہو کر بولا۔

"اس سوال کا جواب میں دے سکتا ہوں — یہ مکان انقلاب

سے پہلے پارسیوں کا تھا۔ اس خطے میں کسی زمانے میں پارسی حکمران تھے۔۔ انھوں نے اپنی حکمرانی کے دوران اپنا خزانہ اسی جگہ رکھا تھا۔۔ غالباً اوپر کسی وزیر یا راجہ کا محل ہوگا، پھر محل گرا دیا گیا تاہم جگہ پارسیوں کے قبضے میں ہی رہی۔ پارسیوں کے اس خزانے کے بارے میں کسی اور خاندان کو بھی معلوم تھا۔ اس خاندان کا آدمی یہ برمن ہے۔ اس نے پارسی خاندان کو شاید موت کے گھاٹ اتار دیا، کیونکہ اس کے علاوہ تو وہ کچھ کر ہی نہیں سکتا تھا۔۔ ہو سکتا ہے، ان کی لاشیں بھی اس نے اسی تہ خانے میں دفن کی ہوں، اس کے بعد یہ کچھ عرصہ تک اسی مکان میں رہا، پھر سکندر شاہ کے ہاتھ فروخت کر کے چلا گیا۔"

"کیا، کیا مطلب؟ تو کیا یہ شخص مسٹر چانگ ہے؟" محمود اچھل پڑا۔۔ باقیوں کے منہ بھی کھلے کے کھلے رہ گئے۔

"ہاں، میں سکندر شاہ سے ملا تھا اور میں نے اس سے مسٹر چانگ کا حلیہ معلوم کیا تھا۔ اس سے پہلے میں برمن کو اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ اس کوٹھی میں داخل ہوتے دیکھ چکا تھا؛ چنانچہ میں فوراً جان گیا کہ یہ شخص مسٹر چانگ ہے۔ اس کے بعد اندازے لگاتا چلا گیا۔۔ یہ کافی عرصہ اس لیے غائب رہا کہ پارسی خاندان کے قتل کا کسی کو شک نہ گزرے۔ اس نے

مکان کی خرید کے جعلی کاغذات اپنے نام تیار کرا لیے تھے۔ انھی کاغذات کی بنیاد پر اس نے مکان سکندر شاہ کو فروخت کیا۔۔ سکندر شاہ سے یہ ماجد غزنوی نے خرید لیا۔۔ اس وقت تک چونکہ کافی عرصہ بیت چکا تھا، اس لیے یہ واپس آیا اور اپنے پروگرام پر عمل شروع کر دیا۔

یہاں ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نے اسی وقت کیوں نہ سونا نکال لیا، لیکن اتنا سونا یہ لے کر کہاں جاتا۔۔ اب بھی اس نے بیس جوہریوں کا سہارا لیا ہے، لیکن مشکل اس کے راستے میں یہ پیش آ گئی کہ اس گھر میں محمود، فاروق اور فرزانہ آ دھمکے اور انھیں بلایا تھا احساس جمیل کے بچوں نے۔ کیونکہ ان کے گھر میں گڑیا کا قتل ہو گیا تھا۔۔ کیوں بچو، یہ قتل خود تم نے ہی کیا تھا نا؟ کیونکہ تم مسٹر برمن کی طرف سے مطمئن نہیں تھے۔" انسپکٹر جمشید نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ج، جی نہیں تو، ہم نے گڑیا کو قتل نہیں کیا۔" بڑا لڑکا گھبرا کر بولا۔

"تو پھر، آخر گڑیا کو کس نے قتل کیا اور کیوں؟"

"ان کے فرشتوں نے، کیونکہ اب وہی نیچے ہیں:" فاروق نے منہ بنایا۔

"جی نہیں، یہ کام دراصل میں نے کیا تھا" احساس جمیل بول اٹھے۔

"کیا؟" وہ سب حیران رہ گئے۔

تیر چلانے کا کام

"جی ہاں، میں اس پورے معاملے سے شروع سے فکرمند تھا۔ ایک طرح سے میں مسٹر برمن سے خوف زدہ تھا اور یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ برمن کے آدمی برابر میری نگرانی کرتے ہیں: چنانچہ میں نے یہی فیصلہ کیا کہ ایک شادی میں جانے کے بہانے دوسرے شہر چلا جاؤں — ادھر جاتے وقت کوئی ایسا کام کر جاؤں کہ میرے بچے آپ کے بچوں کو بلالیں، یہ ان سے بہت متاثر ہیں۔ سوچ سوچ کر میں نے گڑیا کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا۔ اسی غرض کے لیے میں بازار سے خون کی ایک بوتل لایا — مردہ خانے میں کسی عزیز کی تلاش کے بہانے گیا اور چاقو پر ایک مردے کی انگلیوں کے نشانات لے آیا، تاکہ فوری طور پر یہ نہ جان لیا جائے کہ یہ کام میرا ہے اور میں اس میں پوری طرح کامیاب رہا۔" یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گئے۔

"گویا یہ کہانی ختم ہوتی ہے اور ہماری چھٹی ہوتی ہے، لیکن یہ

چھٹی کافی تکلیف دہ ہے، کیونکہ ہاتھ اور پیر رسیوں کی وجہ سے بے تحاشا دکھ رہے ہیں — ابا جان، کیا آپ ہمیں مسلسل دو دن سونے کی اجازت دیں گے ؟" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"ہرگز نہیں — بس صبح تک سو لو، لیکن اس سے پہلے ایک اور کام بھی کرنا ہے ۔" انہوں نے مسکرا کر کہا اور سیٹی بجا دی ۔ فوراً ہی اکرام ماتحتوں کی ایک پوری پلٹن کے ساتھ وہاں پہنچ گیا اور ہتھکڑیاں لگانے کا کام شروع کر دیا۔

"ابا جان، یہ ایک اور کام کہاں سے نکل آیا — کیس تو مکمل ہو چکا ہے ۔"

"ہاں، لیکن تم بھول رہے ہو — برمن نے بتایا ہے کہ میرا دوست غیر ملکی ایجنٹ رہ چکا ہے ۔"

"اوہ، تو کیا آپ انہیں گرفتار کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟" فرزانہ نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں، کیوں نہ گرفتار کروں ۔"

"لیکن وہ تو اب توبہ کر چکے ہیں ۔"

"میں نہیں جانتا، وہ کس حد تک ملک کو نقصان پہنچا چکا ہے۔ اس سے معلومات تو بہر حال حاصل کرنا ہوں گی، پھر عدالت جانے اور وہ جانے، آؤ چلیں ۔" انہوں نے کہا۔

ماجد غزنوی نے انہیں حیرت بھرے انداز میں دیکھا۔ اس کے سر پر پٹی بندھی تھی

"آپ پھر آ گئے — حالانکہ میں کہہ چکا ہوں ....."

"میں جانتا ہوں، لیکن آپ نہیں جانتے کہ برمن عرف مسٹر چانگ کو گرفتار کر لیا گیا ہے — اب آپ کو اس سے خوفزدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کے آدمی نے آپ کو اس لیے زخمی کیا تھا کہ آپ کسی کو کچھ بتانے کی پوزیشن میں نہ رہیں، ٹھیک ہے نا ؟"

"اوہ —" ماجد غزنوی خوش ہو گیا۔

"تو کوٹھی فروخت کرنے پر اسی نے مجبور کیا تھا آپ کو ؟"

"ہاں" وہ بولا۔

"لیکن آپ کو اس سے ڈرنے کی کیا ضرورت تھی ؟"

"وہ — وہ — وہ —" ماجد غزنوی ہکلا کر رہ گیا۔

"اس لیے کہ آپ غیر ملکی ایجنٹ رہ چکے ہیں۔ جس ملک میں رہتے ہیں، اسی کی جڑیں کاٹتے رہے ہیں۔ میں آپ کو گرفتار کرنے آیا ہوں۔ آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ؟"

"نہیں، میں خود بھی سوچا کرتا تھا، آخر مجھے اپنے گناہوں کی سزا کیوں نہیں ملی۔" اس نے ڈھیلے ڈھالے انداز میں کہا اور گرفتاری کے لیے ہاتھ آگے بڑھا دیے۔

"افسوس، اس بار ہم بندھے ہی رہ گئے، کوئی تیر نہ مار سکے۔" واپسی پر فرزانہ کہہ رہی تھی۔

"تمہاری جگہ اس بار میں نے تیر چلانے کا کام خان رحمان سے جو لے لیا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

اور وہ مسکرانے لگے۔